روح، قرآن اور سائنس

کُتب بینی
سب سے بڑی
عبادت ہے اور
ماحول سب سے بڑا
معلّم

روحِ قرآن اور سائنس

مہر علی قریشی بی۔اے

گوشۂ ادب ۰ چوک انارکلی ۰ لاہور

فہرست

پیش لفظ ۹
۱۔باب ۔ انسانی زندگی کی ابتدا ۱۵
۲۔باب ۔ رُوح کی پیدائش ۲۰
۳۔باب ۔ رُوح کیا ہے ۲۶
۴۔باب ۔ رُوح اور ایثری جسم ۔ ۳۲
۵۔باب ۔ ایتھر یا ایثر کیا چیز ہے ۳۷
۶۔باب کرہٗ ایثر ۴۵
۷۔باب ۔ ایثر اور ایجادات سائنس ۴۷
۸۔باب ۔ انسان بطور ریڈیو براڈکاسٹنگ مشین ۔ ۵۹
۹۔باب ۔ روحوں کے اعمال کی فلم ۶۵
۱۰۔باب ۔ خاکی جسم سے روح کی پرواز یعنی موت .. ۷۴

۱۱- باب - روحوں کی دنیا	۸۲
۱۲- باب - روحوں کی جزا سزا یعنی بہشت اور دوزخ -	۹۳
۱۳- باب - روحوں کی کہانی ان کی اپنی زبانی	۱۰۵
۱۴- باب - روحوں سے بات چیت	۱۱۱
۱۵- باب - روحوں کا سائنس ہال یعنی تجربہ گاہ ..	۱۱۶
۱۶- باب - ایڈیسن اور روحوں کی تحقیقات ..	۱۲۲
۱۷- باب - روح کے متعلق امریکن ڈاکٹروں کا حالیہ تجربہ -	۱۲۶
۱۸- باب - روحانی طاقت	۱۳۰
۱۹- باب - کرۂ ایتھر اور آئندہ پچاس سال	۱۳۹
۲۰- باب - ایتھر و جدید ترین ایجادات	۱۶۶

تُو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش کر دیا
میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں

اقبالؒ

پیش لفظ

یہ عجیب و غریب کتاب روحانیات اور روحانی سائنس کے متعلق میرے وسیع مطالعہ، ذاتی تجربہ اور مشاہدہ کا نچوڑ ہے۔ رُوح اور روحوں کی دُنیا کے دقیق موضوع پر اس سے پہلے اب تک کوئی کتاب اُردو میں نہیں لکھی گئی۔ اگرچہ رُوح کا مسئلہ ایک نہایت ہی پیچیدہ اور دقیق مسئلہ ہے۔ تاہم روح کی حقیقت پر سائنس کی جدید ترین تحقیقات اور قرآن پاک کی تعلیم کے رنگ میں کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس نازک مسئلہ کو سہل ترین بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔

اس کتاب میں تمام حالات تھیوری آف ایتھر اور سائنٹیفک تحقیقات پر مبنی ہیں اور قرآن حکیم کی تعلیم کے عین مطابق ہیں۔ مختلف نکات کی تشریح کے

سلسلہ میں آیات قرآنی کے حوالہ جات بکثرت دیئے گئے ہیں۔ اس کا ہر ایک باب نہایت ہی دلچسپ اور پُر از معلومات ہے۔

بلاشبہ قرآن حکیم ایک پُر حکمت کتاب ہے۔ جو ایک اُمّی نبیؐ پر آج سے پونے چودہ سو سال پہلے وحی الٰہی کی صورت میں نازل ہوئی اور جس نے مذہب کو ایک سائنس اور علم بنا دیا۔ جوں جوں علم ترقی کرتا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی حکمت کی باتیں خود بخود قارئین کرام کے دلوں میں گھر کرتی چلی جاتی ہیں۔ پونے چودہ سو سال کے عرصہ میں لوگوں نے بے شمار حکمت کی باتیں اس پاک کتاب سے سیکھی ہیں۔ آج یورپ اور امریکہ کی سائنس کی تحقیقات قرآن حکیم کی تعلیمات کے عین مطابق ثابت ہو رہی ہیں اور وہاں کے لوگ باوجود مسلمانوں کے ساتھ سخت ترین مذہبی عداوت کے قرآن حکیم کے اصولوں کو تسلیم کرتے چلے جاتے ہیں اور ان کے سامنے سر جھکاتے چلے جا رہے ہیں۔ رُوح کے متعلق سائنس کی تحقیقات قرآن حکیم کی صداقت پر روشنی ڈالتی ہیں۔ جوں جوں علم ترقی کرے گا۔ اس پاک کتاب کی صداقت خود بخود روشن ہوتی چلی جائے گی۔

اس کتاب میں روح کی پیدائش، روح کی حقیقت، روح کا اثیری جسم بنانے میں خداوند تعالیٰ کی حکمت، روح کے اعمال کی قلم، روح انسان کے خاکی جسم سے کس طرح پرواز کرتی ہے اور موت کے بعد کہاں جاتی ہے۔ روحوں کی دُنیا، روح کی جزا سزا یعنی بہشت اور دوزخ، روحوں سے بات چیت اور سلسلہ پیغام ربانی،

روحوں کی سائنٹیفک تجربہ گاہیں اور روحانی طاقت" پہ بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ نہایت دلچسپ پیرایہ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب نہ صرف روحوں کی دنیا سے قارئین کرام کا تعارف کراتی ہے۔ بلکہ سائنس کی دنیا کی بھی پُرلطف سیر کراتی ہے۔ اس مادی دنیا میں دنیاوی ترقی اور روحانی ترقی حاصل کرنے کے لئے ہر ایک انسان کے لئے صحیفۂ فطرت یعنی کائنات (افعال الٰہی) کا مطالعہ اتنا ہی ضروری ہے۔ جتنا کہ کتاب الٰہی یعنی قرآن حکیم کا مطالعہ۔ لہٰذا موجودہ اور زمانۂ مستقبل کی نہایت ہی عجیب و غریب اور دلچسپ ایجاداتِ سائنس متعلقہ کرۂ ایثر اس کتاب میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔

موجودہ زمانہ بڑی سرعت کے ساتھ مادیّت کی طرف جا رہا ہے اور روحانیت دن بدن اس دُنیا سے مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ اخلاقی پستی کے آثار چاروں طرف نمایاں طور پر ظاہر ہو رہے ہیں۔ حضرت انسان صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر بہت دُور بھٹک گیا ہے اور حرص و ہوا کا شکار ہو رہا ہے۔ حیوانیت انسانیت پر دن بدن غلبہ حاصل کر رہی ہے۔ جنگ وجدل اور کشت وخون کے تاریک بادل تمام دُنیا پر چھا رہے ہیں۔ اندریں حالات اس بات کی سخت ضرورت محسوس کی جا رہی ہے، کہ لوگوں میں روحانی بیداری پیدا کر کے ان کی زندگیوں کو پاکیزہ بنایا جائے اور ان کے اخلاقی معیار کو بلند کیا جائے۔ چنانچہ اس کتاب کا مطالعہ قارئین کرام کو گناہوں کی کثافتوں سے بالا تر رکھ کر اس مادی دنیا میں نہایت ہی پاکیزہ زندگی بسر

کرنے کا بھی نہایت قیمتی سبق سکھلائے گا۔

بدی کی اصل وجہ یہی ہے کہ انسان آخرت یعنی زندگی بعد الموت کا انکار کرتا ہے۔ ہر ایک فعل بد کا نتیجہ چونکہ اس دُنیا میں نہیں ملتا۔ اس لئے وہ یہ خیال کرتا ہے کہ وہ فعل بد کر لیا جائے تو کیا حرج ہے۔ آخرت پر یقین ہی انسان کے اندر اپنے افعال کی ذمہ داری کا پُورا پُورا احساس پیدا کرتا ہے کہ اس نے قیامت کے دن خداوند تعالیٰ کے حضور میں اپنے نیک و بد اعمال کے محاسبہ کے لئے کھڑا ہونا ہے۔ انسان کے ایثری جسم یعنی جسم لطیف پر اس دُنیا میں اس کے نیک و بد اعمال کی جو فلم خود بخود لمحہ بہ لمحہ تیار ہوتی رہتی ہے۔ اس میں خوفِ خدا پیدا کرے گی اور اسے صراطِ مستقیم پر لانے کا ذریعہ ثابت ہو گی۔ اس طرح یہ کتاب گناہ آشنا ضمیر کو گناہوں سے تائب کرنے کا زبردست احساس پیدا کرے گی اور تازیانے کا کام دے گی۔

غرضیکہ اس کتاب کو ہر لحاظ سے نہایت دلچسپ اور مفید بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ اگر میری یہ کتاب قارئین کرام کی دلچسپی اور ان کے معیارِ اخلاق کو بلند کرنے کا موجب ہوئی اور انہوں نے میری اس ناچیز پیشکش کو قدر کی نگاہوں سے قبول فرما کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ تو میں سمجھوں گا کہ میری کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور میں اپنے حصولِ مقصد میں کامیاب ہو گیا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

آخر میں مَیں ان قابل اور محترم مصنفین کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا بھی اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں جن کی قیمتی اور پُر از معلومات تصانیف کے مطالعہ سے میں نے پورا پورا فائدہ اُٹھایا ہے۔ نیز میں ان مخلص اور قابل احترام دوستوں کا بھی تہ دل سے شکر گزار ہوں۔ جنہوں نے اپنے قیمتی خیالات اور مفید مشوروں سے اس کتاب کے قلمبند کرنے میں میری رہنمائی اور امداد فرمائی ہیں ان قارئین کا بھی نہایت مشکور ہوں گا۔ جو اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اس کی خامیوں سے مجھے مطلع فرمائیں گے۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان خامیوں کو دُور کر کے اور نئی معلومات کو شامل کر کے اس کتاب کو بہتر بنانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ اگر شائقین تجسّس نے میری اس ناچیز پیشکش کی قدر افزائی فرمائی۔ تو میں ایک اور نہایت دلچسپ اور پُر از معلومات کتاب "خیال کی طاقت" قلمبند کرنے کی جرأت کرونگا۔

خیر اندیش

مہر علی قریشی بی۔ اے

۴۔ کوپر روڈ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

پہلا باب

انسانی زندگی کی ابتدا

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۱) وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ۚ (سورہ سجدہ ۷-۸/۳۲)

اور انسان کی پیدائش کو گیلی مٹی سے شروع کیا۔ پھر اس کی نسل ایک خلاصہ سے ٹھہرائی جو کمزور پانی یا ذلیل پانی میں (آ) جاتا ہے)

(۲) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ

اور ہم انسان کو گیلی مٹی کے خلاصہ سے پیدا کرتے ہیں۔ پھر ہم اسے ایک مضبوط ٹھہرنے کی جگہ میں نطفہ بناتے ہیں۔

مُتَّكِيْنٍ ۝ ج (المومنون ۱۴-۱۷ / ۲۳)

پھر ہم نطفہ کو لوتھڑا بناتے ہیں اور لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا بناتے ہیں اور گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں بناتے ہیں اور ہڈیوں پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ پھر ہم اسے ایک اور پیدائش دے کر اٹھا کھڑا کرتے ہیں)

ان آیات قرآنی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہر انسان کی پیدائش مٹی سے شروع ہوتی ہے اور پھر اس مٹی سے سُلٰلۃ یعنی خلاصہ بنتا ہے اور پھر وہ ماءِ مہین یعنی نطفہ کی شکل میں نکل آتا ہے (سلالہ وہ صاف جوہر ہے جو زمین سے کھینچ کر نکال لیا جاتا ہے)

قرآن کریم میں کئی جگہ انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کا ذکر ہے۔ ان آیات میں اس کی تصریح بھی فرما دی اور بتا دیا کہ مٹی کا بت نہیں بنایا جاتا بلکہ اس کا خلاصہ نکالا جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر دلالت کرتا ہے کہ مٹی ایسی کثیف چیز سے وہ نہایت لطیف جوہر پیدا کرتا ہے۔ جس سے انسان کی زندگی کی ابتدا ہوتی ہے اور یہ نظارہ دن رات ہماری آنکھوں کے سامنے ہے کہ خداوند تعالیٰ مٹی جیسی کثیف چیز سے زندگی کے جوہر کو نکالتا ہے۔

قرآن حکیم اور مسئلہ ارتقا

قرآن حکیم فرماتا ہے :-

وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۝ (سورہ نوح ۱۴) اور اس نے تمہیں مختلف حالات میں سے گزار کر

پیدا کیا ہے۔

انسان کی خلق اطوار سے مراد اس کا مختلف حالات سے گذرنا ہے اور یہ حالاتِ مختلفہ وہی ہیں جنہیں قرآن حکیم نے مختلف جگہ پر بیان کیا ہے مثلاً پہلے مٹی کی حالت پھر اس سے کئی حالتوں میں تبدیل ہو کر نبات کی حالت جو زندگی کی پہلی شکل اور حیات جسمانی کی ادنےٰ ترین صورت ہے۔ نبات کی حالت میں سے گذر کر نطفہ کی شکل پھر نطفہ سے علقہ اور علقہ سے مضغہ وغیرہ بنا کر انسان کو پیدا کیا (جیسا کہ سورہ نوح ۱۷/۱۷ میں فرمایا ہ اور اللہ نے تمہیں زمین سے نبات کے طور پر اُگایا۔) اس طرح خداوند تعالیٰ نے مختلف حالات میں سے گذار کر انسان کو پیدا کیا۔ اس حد تک مسئلہ ارتقا کا مان لینا قرآن کریم کی کسی تصریح کے خلاف نہیں۔

رب وہ ذات ہے۔ جو تدریجاً ایک چیز کو اپنے کمال تک پہنچاتی ہے یہاں سے مسئلہ ارتقا کی بھی اصلیت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی رو سے بھی ہر چیز تدریجاً اپنے کمال کو پہنچتی ہے۔ مطلق لفظ "رب" صرف ذات باری پر ہی بولا جاتا ہے۔

قرآنِ کریم نے دعاؤں میں لفظ رب اختیار کیا ہے۔ قرآنی دعائیں عموماً ربنا سے شروع ہوتی ہیں۔ گویا ہر دعا کا مقصد انسانوں کا کمالِ حقیقی تک پہنچنا ہے۔ کیونکہ رب، وہ ہے جو ہر شے کو اس کے کمال تک پہنچاتا ہے۔ قرآن حکیم

کی رُو سے انسانی زندگی کا اعلےٰ و اوّلین مقصد کمال روحانی کو حاصل کرنا ہے اور اسم "رب" کا تقاضا ہے کہ ہر مخلوق کو اپنے کمال تک پہنچائے۔

انسان کا حقیقی کمال صرف جسم کی پرورش تک محدود نہیں بلکہ وُہ اخلاق فاضلہ سے ہے۔ پس جس طرح جسم کے کمال کے لئے عالم جسمانی میں خارجی سامان "رب" نے پیدا کئے ہیں۔ ضروری ہے کہ روحانی کمال کو حاصل کرنے کے لئے خارجی سامان عالم روحانی میں موجود ہوں۔ یہی "وحی الٰہی" ہے۔

وحی الٰہی کو نزول باراں سے یہ مشابہت ہے کہ جس طرح بارش سے زمین کی مخفی طاقتیں کام کرنے لگ جاتی ہیں۔ وحی الٰہی سے بھی انسان کی مخفی طاقتیں کام کرنے لگ جاتی ہیں اور ایک مردہ قوم میں زندگی کی روح پیدا ہو جاتی ہے۔

انسان مٹی کے خلاصہ سے کیسے پیدا ہُوا قرآن حکیم کی رو سے

سلسلۂ ارتقا کے تحت زندگی کی پہلی شکل نباتات ہے۔ جب کسی پودے کا بیج زمین میں بویا جاتا ہے تو وُہ اپنی جڑوں سے گیلی مٹی کے اجزا لے کر بڑھتا ہے اور وہ تمام بے جان مٹی ترقی کر کے جاندار درخت کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ مٹی سے غلّے اور نباتات پیدا ہوتے ہیں جن سے انسان کو غذا ملتی ہے اور اس کا خلاصہ نطفہ بنتا ہے۔ اس طرح ارتقا کے سلسلہ کے تحت ذرّات مادی سے عالم نباتات بنا اور عالم نباتات سے عالم حیوانات بنا۔ نباتات اور حیوانات

کو انسان نے کھایا۔ اس طرح مٹی کے اجزا ترقی کر کے اجزائے انسانی بن گئے اور انسان معرضِ وجود میں آیا۔ پھر نسلِ انسانی کو قائم رکھنے کے لئے خداوند تعالیٰ نے مرد و عورت کے مرکب نطفہ یعنی " نطفۂ امشاج" سے انسان کو پیدا کیا۔ اسی طرح مٹی کے اجزأ کا خلاصہ در خلاصہ نکل کر ایک انسان بن جاتا ہے۔

خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے جب انسان معرضِ وجود میں آجاتا ہے۔ تو اس کا دماغ اس قدر ترقی کر جاتا ہے کہ اس میں عقل انسانی پیدا ہو جاتی ہے جو نیکی اور بدی میں تمیز کرتی ہے اور جسے ادراک کہتے ہیں۔ یہی حبلِ وریدیا رگِ جان ہے یا وہ کڑی ہے جس کے ذریعہ نفس انسان اور اس کے جسم کا تعلق قائم ہے۔ یہی ادراک انسان کو خود شناسی عطا کرتا ہے جس سے وہ اپنی ہستی کو سمجھنے لگ جاتا ہے اور اپنی ہستی کو دوسری چیزوں سے الگ محسوس کرنے لگ جاتا ہے اور نیکی اور بدی میں تمیز کر کے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہو جاتا ہے۔

دوسرا باب

روح کی پیدائش

انسان جو اشرف المخلوقات اور خلاصۂ موجودات ہے۔ مادۂ تولید کے ایک حقیر قطرہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس حقیر قطرہ کو قرآن حکیم میں ماء مہین یا ماء دافق بھی کہا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ اَمْشَاجٍ ۝ — ہم نے انسان کو ملے ہوئے نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ یعنی مرد اور عورت کے مرکب نطفہ سے انسان بنتا ہے۔

جب عورت کے رحم میں نطفہ ٹھہر جاتا ہے تو حمل قرار پاتا ہے۔ رفتہ رفتہ وہ نطفہ رحم میں ہی پرورش پاتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد گوشت کا ایک لوتھڑا بن جاتا ہے۔ پھر خداوند تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اس گوشت کے لوتھڑے

میں وہ پوشیدہ طاقت ظاہر کرتا ہے۔ جو روح کے نام سے موسوم ہے اور گوشت کے لوتھڑے میں وہ پوشیدہ طاقت ظاہر ہوتے ہی زندگی کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد وُہ گوشت کا لوتھڑا رفتہ رفتہ پرورش پاتے ہوئے خداوند تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے انسانی ڈھانچے میں ڈھلنا شروع ہو جاتا ہے اور ایک چھوٹے بچّہ کی شکل وصورت اختیار کر جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے وہ ماں کے پیٹ میں ہی خوراک حاصل کرتا ہے اور پرورش پاتا ہے۔ حتیٰ کہ نو ماہ کے عرصہ میں اس کی روح کا خاکی جسم اور ایثری جسم ہر لحاظ سے مکمل ہو جاتا ہے اور پورے نو ماہ کے بعد بچّہ ماں کے پیٹ سے باہر آجاتا ہے۔ بالفاظ دیگر اس بچّہ کی پیدائش اس وقت تک مکمّل نہیں ہوتی۔ جب تک اس کی نال کاٹ نہیں دی جاتی۔

"نال" وُہ نالی ہے۔ جس کے ذریعہ وُہ ماں کے پیٹ میں خوراک حاصل کرتا رہا ہے اور نشوونما پاتا رہا ہے۔ پیدائش کے بعد بھی اس بچہ کا تعلق ماں کے پیٹ سے اس وقت تک قائم رہتا ہے۔ جب تک کہ نال کاٹ نہیں دی جاتی۔ جونہی نال کاٹ دی جاتی ہے۔ اس بچہ کا تعلق ماں کے پیٹ سے بالکل منقطع ہو جاتا ہے اور اس مادی دُنیا میں اس کی مکمل پیدائش ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد وُہ بچہ اپنی خوراک ماں کے پستانوں سے حاصل کرتا ہے اور پرورش پاتا ہے۔

ماہرینِ تولید نے ہزارہا تجارب و مشاہدات کے بعد یہ ایمان افروز اعلان کیا ہے کہ جس طرح آغاز میں زندگی مختلف مدارج سے ہوتی ہوئی منزلِ انسانیت تک پہنچی تھی۔ اسی طرح کا ایک حیرت انگیز سلسلہ ماں کے پیٹ میں کارفرما ہے۔ نطفہ رحمِ مادر میں پہلے ایک خلیہ سا ہوتا ہے۔ اس کے بعد چند مدارج سے گذر کر جونک بنتا ہے۔ پھر مینڈک کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پھر پرندوں کی طرح ایک چونچ سی نظر آنے لگتی ہے۔ اس کے بعد چوپاؤں کی صورت بدلتا ہے۔ چوتھے مہینے میں سر و بازو کے ہمراہ ایک چھوٹی سی دم نکلتی ہے جو پانچویں مہینے میں غائب ہو جاتی ہے۔ چھٹے مہینے میں نر و مادہ کی تمیز ہوتی ہے۔ آٹھویں میں آنکھیں کھلتی ہیں اور سر پہ بال اُگ آتے ہیں۔

الغرض انسان کا بچہ تمام ان منازل سے گذرتا ہے جن سے زندگی کو آغازِ آفرینش میں گذرنا پڑتا تھا۔ ابتدائی مراحل میں انسانی بچہ دیگر حیوانات کے بچوں سے تمیز نہیں کیا جا سکتا۔ ان مدارج میں سے بعض کا ذکر قرآن پاک میں بھی موجود ہے۔

سورۂ مومنون کی مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ ہوں:۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا	ہم نے آغاز میں انسان کو سیاہ کیچڑ کے نچوڑ یعنی سلالہ سے پیدا کیا اور اب اس کی تولید کا سلسلہ رحمِ مادر سے جاری کر دیا ہے۔ پہلے ہم نطفہ کو جونک (علقہ)

النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ط فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ o

کی شکل میں تبدیل کرتے ہیں۔ پھر جونک کو گوشت کا لوتھڑا (گھوڑے سے مشابہ) بناتے ہیں۔ پھر ہڈیاں پیدا کر کے اُوپر گوشت چڑھاتے ہیں اور اس کے بعد ہم اسے انسانی صورت دے کر باہر نکال لاتے ہیں۔

اہل تحقیق کا نظریہ ہے کہ روح حاملہ عورت کے پیٹ میں کبھی اوپر سے نہیں گرتی۔ بلکہ وہ ایک لطیف نور ہے جو نطفہ میں ہی پوشیدہ طور پر مخفی ہوتا ہے اور جسم کے نشو و نما کے ساتھ ساتھ چمکتا جاتا ہے۔ اول مخفی اور غیر محسوس ہوتا ہے۔ پھر نمایاں ہو جاتا ہے اور ابتداً اس کا خمیر نطفہ میں موجود ہوتا ہے بیشک خداوند تعالیٰ کے ارادہ سے اور اس کے اذن اور اُس کی مشیت سے نطفہ سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ نطفہ میں ایسے ہی مخفی ہوتا ہے جیسا کہ آگ پتھر کے اندر ہوتی ہے۔ قرآن پاک کی رُو سے بھی روح اس قالب میں سے ہی ظہور پذیر ہوتی ہے جو نطفہ سے رحم میں تیار ہوتا ہے۔ حضرت امام غزالی نے بھی لکھا ہے کہ روح جسم کے ساتھ ہی پیدا ہوتی ہے۔

جس وقت بچہ پیدا ہوتا ہے تو عموماً نارمل حالات میں روتا ہوا پیدا ہوتا ہے بعض مفسرین اس کے رونے کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ پیدائش کے فوراً بعد جب

اس بچہ کی روح قیدِ حیات میں آ جاتی ہے یعنی اس کے خاکی جسم میں قید ہو جاتی ہے تو وہ اس اچانک تبدیلی اور اپنی آزادی کے کھوئے جانے کو محسوس کرتی ہے اور بچہ کے رونے سے روح کے اس احساس کا اظہار ہوتا ہے۔

جس وقت بچہ پیدا ہوتا ہے تو عجیب سماں ہوتا ہے۔ بچہ تو اس مادی دُنیا میں پیدائش کے وقت روتا ہے مگر اس کے عزیز و اقارب اس کی پیدائش پر ہنستے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں۔ مگر جب انسان کی روح اس کے خاکی جسم سے پرواز کر کے روحوں کی دنیا میں پیدا ہوتی ہے۔ یعنی جب اس کی موت اس مادی دنیا میں واقع ہوتی ہے تو حالات بالکل برعکس ہوتے ہیں۔ اس کی موت پر اس کے عزیز و اقارب روتے پیٹتے ہیں اور اس کی جدائی کی وجہ سے غم میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مگر دوسری طرف روحوں کی دُنیا میں اس کی پیدائش پر خاص کر اس کے عزیز و اقارب کی روحیں جو پہلے اس روحانی دنیا میں پہنچ چکی ہیں خوب خوشیاں مناتی ہیں اور روحانی دنیا میں یہ نو وارد روح دُنیاوی قیدِ حیات سے نجات حاصل کر کے بڑی خوش ہوتی ہے اور دوسری روحوں کے ساتھ مل کر خوشیاں مناتی ہے۔ مندرجہ ذیل فارسی رباعی آپ کی دلچسپی کا باعث ہو گی ؂

یاد داری کہ وقتِ زادنِ تو　　ہمہ خنداں بدند تو گریاں
آں چناں زی کہ وقتِ رفتنِ تو　　ہمہ گریاں بوند تو خنداں

یعنی اے انسان کیا تجھے یاد ہے کہ تیری پیدائش کے وقت سب ہنستے

تھے اور تو رو رہا تھا۔ اب تو ایسی زندگی بسر کر کہ تیرے جانے کے وقت (یعنی اس مادی دنیا سے عالم ارواح کی طرف مراجعت کے وقت) سب رو رہے ہوں اور تو ہنس رہا ہو۔

قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر بچہ پیدائش کے وقت معصوم پیدا ہوتا ہے۔ جب بچہ اس مادی دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو وہ گناہوں کی کثافتوں سے بالکل پاک صاف ہوتا ہے اور اس کی روح کے اصلی جسم یعنی ایثری جسم پر گناہوں کی کثافتوں کے نقوش بالکل نہیں پائے جاتے۔ پیدائش کے وقت اس کے ایثری جسم میں ایثر زیادہ لطیف حالت میں پایا جاتا ہے اور وہ اس وقت پاکیزگی کے لحاظ سے خداوند تعالیٰ کے قریب ترین خیال کیا جاتا ہے۔

انسان اس مادی دنیا میں رہ کر نیک و بد اعمال کا مرتکب ہوتا ہے جن کے نقوش اس کی روح کے اصلی جسم یعنی ایثری جسم پر لمحہ بہ لمحہ قائم اور محفوظ ہوتے جاتے ہیں۔

تیسرا باب

روح کیا ہے؟

خداوند تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے:-

وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ ۝	اور یہ لوگ آپ سے روح کی نسبت سوال
قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ۝	کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ روح میرے
(بنی اسرائیل)	رب کے حکم سے ہے۔

روح انسانی کیا چیز ہے؟ اس کی ماہیت یا حقیقت کیا ہے؟ یہ سوال یہود مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزمانے کو کیا تھا۔ اس سوال کے جواب میں صرف اتنا جاننا کافی ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک چیز بدن میں آپڑی وہ جب اُٹھا جب نکل گئی۔ مر گیا۔ مندرجہ بالا مختصر الفاظ قرآنی کی تہ میں روح کے متعلق بصیرت افروز حقائق مستور ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ الہند مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی "الروح فی القرآن" میں فرماتے ہیں کہ آیاتِ قرآنیہ سے رُوح کے متعلق چند

نظریات پر صاف روشنی پڑتی ہے۔

روحِ قرآنی کے متعلق چند نظریات :-

(۱) انسان میں اس مادی جسم کے علاوہ کوئی اور چیز موجود ہے جسے روح کہتے ہیں۔ وہ "عالمِ امر" کی چیز ہے اور خداوند تعالیٰ کے حکم سے فائز ہوتی ہے۔

(۲) روح کی صفاتِ علم و شعور وغیرہ بتدریج کمال کو پہنچتی ہیں اور ارواح میں حصولِ کمال کے اعتبار سے بیحد تفاوت اور فرقِ مراتب ہے۔

(۳) مگر روح کے یہ کمالات ذاتی نہیں۔ وہابِ حقیقی کے عطا کئے ہوئے اور محدود ہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ "روح" کے ساتھ اکثر جگہ قرآن پاک میں لفظ "امر" استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی حکم کے ہیں اور وہ حکم یہی ہے جسے لفظ کُن سے تعبیر کیا گیا ہے۔

چنانچہ قرآن پاک میں سورۂ یٰسٓ میں فرمایا۔

اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا	اس کا حکم یہی ہے کہ جب کرنا چاہے
اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝	کسی چیز کو تو کہے اس کو ہو۔ پس وہ اسی وقت ہو جائے۔

خداوند تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اپنی ربوبیت یا امر سے جس چیز کو چاہے نیست سے ہست میں لے آتا ہے۔ پس اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ روحِ انسان

(خواہ جوہر مجرد ہو یا جسم لطیف نورانی) "امر ربّی" کا مظہر ہے۔

قرآن حکیم میں لفظ روح مختلف موقعوں پر مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے روح کے معنی جان بھی آتے ہیں اور نفس ناطقہ بھی۔ اگر روح سے مراد جان یا زندگی جسم لی جائے تو روحِ انسان۔ حیوانات اور دیگر جاندار چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے اور اسے روحِ حیوانی بھی کہتے ہیں۔ اگر روح کے معنی نفس یعنی نفسِ ناطقہ لیا جائے تو نفسِ ناطقہ وہ قوتِ ممیزہ ہے جو انسان کو حیوانات اور دیگر جاندار چیزوں سے ممیز اور ممتاز کرتی ہے۔ بالفاظ دیگر روحِ انسانی وہ چیز ہے جس سے انسان تمیز کرتا ہے اور خداوند تعالیٰ نے قوتِ ممیزہ صرف انسان کو عطا فرمائی ہے۔ حیوانات اور دیگر جاندار چیزیں اس خاص عطیہ سے محروم ہیں۔

قرآن پاک میں سورۂ حجر میں ارشاد ہے:۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ	سو جب میں اسے تکمیل کو پہنچا دوں۔ اور
مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ۝	اپنی روح سے اس میں پھونکوں تو تم اس کے لئے فرمانبرداری کرتے ہوئے گر پڑنا)

جہاں نفخِ روح کا ذکر آتا ہے اور ملائکہ کو انسان کے آگے سجدہ کا حکم ہوتا ہے وہاں نفخِ روح سے مراد اسی قوتِ ممیزہ کا نفخ ہے۔ جس سے انسان علم اور تمیز حاصل کرتا ہے۔ پہلے خداوند تعالیٰ انسان کو علم اور تمیز عطا فرماتا ہے اور اس کے بعد ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیتا ہے۔ یہی وہ روح ہے جو تمام انسانوں میں نفخ ہوتی ہے

جیساکہ دوسری جگہ فرماتا ہے :-

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ ۔

(سورہ سجدہ ۳۲/۸-۹)

پھر اس کی نسل ایک خلاصہ سے ٹھہرائی (جو) کمزور پانی میں (آجاتا ہے) پھر اُسے ٹھیک بنایا اور اپنی رُوح سے اس میں پھونکا۔

جب تک انسان کا جسم زندہ رہتا ہے اور کام کرتا رہتا ہے یہ نفس ناطقہ اس سے تعلق رکھتا ہے۔ اور انسان کی میت کے بعد یہی روح یعنی نفس ناطقہ اپنی جسم میں پرواز کرتا ہے مگر روحِ حیوانی جو انسان اور حیوان میں مشترک ہے موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے۔ نفسِ انسانی یا نفسِ ناطقہ ایک جدا چیز ہے جو موت کے ساتھ فنا نہیں ہوتی۔ بعض مفسرین نے روح اور نفس میں یہ فرق کیا ہے کہ رُوح وہ ہے۔ جس سے زندگی ہے اور انسان سانس لیتا اور حرکت کرتا ہے اور نفس وہ ہے جس سے عقل و تمیز ہے۔

لہٰذا انسان میں ایک نفس ناطقہ ہے اور ایک روحِ حیوانی اور ان دونوں کے درمیان سورج کی شعاع کا سا تعلق ہے۔ قرآن حکیم نے روح اور نفس کے استعمال میں جو فرق رکھا ہے۔ اس سے علم کا ایک اور دروازہ کھل جاتا ہے۔ چنانچہ جہاں قرآن نے انسانی پیدائش کا ذکر کیا تو فرمایا "پھر ہم نے اُسے ٹھیک ٹھاک بنایا اور اس میں روح پھونکی" یہاں عالمِ نور کے اس ذرہ کو جسم انسانی کی پیدائش کے وقت

اس سے واصل ہوتا ہے۔ روح فرمایا۔ لیکن جب انسانی موت کا ذکر کیا تو وہاں فرمایا۔ اللہ نفسوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت"۔ یہاں روح کو قبض کرنا نہیں فرمایا بلکہ نفس کو قبض کرنا فرمایا۔ جس سے ظاہر ہے کہ عالم نور کا ذرہ یا نطفہ جسم انسانی سے تعلق پکڑنے کے بعد "نفس" کہلاتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک خاص جسم انسانی سے تعلق پکڑ کر اپنی خاص اور ممیز ہستی بنا لیتا ہے۔ پس کسی خاص جسم سے تعلق پکڑ لینے کے بعد روح کی حالت اس قسم کی نہیں رہتی کہ وہ کسی اور جسم سے تعلق پکڑ سکے۔ کیونکہ وہ ایک خاص جسم سے تعلق پکڑ کر اس کے حواس اور ادراک سے اس کے مطابق علم اور خود شناسی حاصل کر کے اور اس کے قویٰ اور جذبات کے مطابق عمل کر کے اپنی ایک خاص اور دوسروں سے ممیز ہستی بنا چکتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو قرآن حکیم میں "روح" کے نام سے یاد نہیں کیا جاتا۔ بلکہ نفسِ انسانی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنی ایک خاص ممیز اور مستقل ہستی بنا چکا ہے۔ جسے نہ وہ کھو سکتا ہے۔ نہ بدل سکتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو اعمال انسانی کی اصل محرک ہے اور اس کے اعمال کے محاسبہ کو اور بعثت کو ضروری ٹھہراتی ہے اور یہی چیز روح انسانی کے نام سے پکاری جاتی ہے جو جسمِ انسانی سے تعلق پکڑنے کے بعد نفسِ انسانی کہلاتی ہے اور موت کے بعد جسم اثیری میں عالم ارواح کی طرف پرواز کرتی ہے۔

بعض اوقات روح بدن مادی سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور اس جدائی کی حالت میں بھی ایک طرح کا مجہول الکیف علاقہ بدن کے ساتھ قائم رکھتی ہے جس سے

بدن پر حالتِ موت طاری ہونے نہیں پاتی۔ اس وقت روح خود علیحدہ ہو جاتی ہے
مگر اس کی شعاع جسد میں پہنچ کر بقائے حیات کا سبب بنتی ہے جیسے آفتاب
کروڑوں میل سے شعاعوں کے ذریعہ زمین کو گرم رکھتا ہے۔ یا جیسا کہ ہوا باز کے
بغیر ایک بم پھینکنے والا طیارہ لاسلکی کے ذریعہ سے منزلِ مقصود پر پہنچکر بم گراتا ہے
اور پھر مرکز میں واپس آجاتا ہے۔ لاسلکی کے ذریعہ سے ہوائی جہاز خود بخود جو
کام کرتا ہے۔ وہ ایسا ہی مکمل ہے۔ جیسا کہ کسی ہوا باز کی مدد سے عمل میں آتا ہے۔

آجکل یورپ میں جو سوسائٹیاں روح کی تحقیقات کر رہی ہیں۔ انہوں نے بعض
ایسے مشاہدات بیان کئے ہیں۔ جن میں روح جسم سے علیحدہ تھی اور روح کی ٹانگ
پر حملہ کرنے کا اثر جسم مادی کی ٹانگ پر ظاہر ہوا۔

انسانی جسم حقیقت میں ایک چھوٹی سی کائنات ہے۔ جس میں روح اسی طرح
کام کر رہی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کائنات ارض و سما میں۔ جسم انسانی کو دیکھو۔
بال اُگ رہے ہیں۔ آنسو بہہ رہے ہیں۔ دل دھڑک رہا ہے۔ سانس چل رہی ہے
کان سُن رہے ہیں۔ آنکھیں دیکھ رہی ہیں اور دماغ سوچ رہا ہے۔ اس کارخانے کے
محرک کا نام روح ہے۔ روح جسم کے کس حصّہ میں رہتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے
کہ ہر بال اور ہر رگ اور ہر قطرۂ خون میں۔ لیکن روح دکھائی نہیں دیتی۔ اسی طرح
اللہ تعالیٰ کائنات کے ہر ذرّہ میں جلوہ گر ہے۔ لیکن روح کی طرح دکھائی نہیں دیتا۔

چوتھا باب

روح اور اثیری جسم

سائنس کی جدید ترین تحقیقات کے مطابق انسان کی روح کے دو جسم ہیں۔

ایک مادی جسم اور دوسرا اثیری جسم:-

خاکی جسم اس مادی دُنیا میں ہر ایک انسان اس خاکی جسم میں دکھائی دیتا ہے جو خاک کے ذرّات سے بنا ہوا ہے اور جب انسان کی روح اس خاکی جسم سے پرواز کر جاتی ہے تو یہ جسم پھر مٹی کے ذرات میں شامل ہو جاتا ہے۔ اپنے اپنے مذہب کے عقائد کے مطابق کوئی اس مادی جسم کو زمین میں دفنا دیتا ہے۔ کوئی جلا دیتا ہے اور کوئی دریا یا سمندر میں پھینک دیتا ہے۔ اگرچہ یہ مادی جسم گوشت پوست اور ہڈیوں کا ڈھانچہ ہوتا ہے۔ مگر موت کے کچھ عرصہ بعد اس خاکی جسم کے تمام اجزا مٹی کے ذرات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح سے یہ مادی جسم آخر پھر مٹی کے ذرّات میں شامل ہو جاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر

یہ مادی جسم عارضی شے ہے اور انسان کی موت کے بعد اس کی علیحدہ کوئی ہستی نہیں رہتی۔

گوشت کا لوتھڑا خاکی ہے اور آخر خاک بن جاتا ہے۔ یہ بات ذیل میں لفظوں کے دلچسپ ہیر پھیر سے بھی ثابت کی جاتی ہے:۔

گوشت کو عربی زبان میں "لحم" کہتے ہیں۔

اگر لحم کے حروف اُلٹائے جائیں تو لفظ "محل" بن جاتا ہے۔

محل کو فارسی زبان میں "کاخ" کہتے ہیں۔

اگر کاخ کے حروف اُلٹائے جائیں تو لفظ "خاک" بن جاتا ہے۔

ایثری جسم

ہر ایک انسان کی روح کا اصلی جسم ایثر کا بنا ہوا ہے۔ جو ایک نہایت ہی لطیف مادہ ہے اور لطیف ہونے کی وجہ سے اس مادی دُنیا کے عام لوگوں کو دکھائی نہیں دیتا۔ مگر ہر زمانہ میں اس مادی دُنیا کے اندر بھی خاص روحانی طاقت رکھنے والے لوگ پائے جاتے ہیں جنہیں اس دنیا کے لوگ ولی۔ غوث۔ قطب۔ اوتار اور صوفی کے نام سے پکارتے ہیں۔ جو اس ایثر کے لطیف جسم کو دیکھنے کی طاقت رکھتے ہیں اور روح سے بات چیت کرنے کی طاقت بھی رکھتے ہیں۔ روحانی لوگ روحوں سے اسی طرح بات چیت کر سکتے ہیں۔ جس طرح ہم دُنیا کے لوگ ایک دوسرے سے بات چیت کر سکتے ہیں۔

انسان کی موت کے وقت روح خاکی جسم سے اسی طرح ایثری جسم کے ساتھ پرواز کرتی ہے۔ یعنی خارج ہوتی ہے۔ روح اس خاکی جسم سے پرواز کرنے کے فوراً بعد ایثری دُنیا (عالم ارواح) میں اس جسم لطیف یعنی ایثری جسم کے ساتھ ہی پیدا ہوتی ہے۔ اسی ایثری دُنیا کو "روحوں کی دُنیا" کہتے ہیں (اس کا حال ایک علیحدہ باب میں آگے چل کر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائیگا) بالفاظ دیگر ہر ایک روح اپنے خاکی جسم سے پرواز کرنے کے فوراً بعد اپنے ایثری جسم کے ساتھ اسی "روحوں کی دنیا" میں چلی جاتی ہے اور کچھ عرصہ اس ایثری جسم میں ہی موجود رہتی ہے۔ روح کا ایثری جسم بنانے میں خداوند تعالیٰ کی خاص حکمت ہے۔ اس مادی زندگی میں انسان سے ہر لمحہ پیدائش کے وقت سے موت کے وقت تک مختلف قسم کے نیک و بد اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ جن کے نقوش اس انسان کی روح کے ایثری جسم پر لمحہ بہ لمحہ قائم اور محفوظ ہوتے جاتے ہیں۔ روح کا یہ ایثری جسم انسان کے تمام خیالات۔ اقوال۔ افعال اور حرکات وسکنات کی مکمل فلم بن جاتا ہے۔ یعنی یہ اس کا مکمل اعمالنامہ ہے۔ فلم خودبخود لمحہ بہ لمحہ تیار ہوتی رہتی ہے۔ ہر ایک روح اپنے خاکی جسم سے اسی ایثری جسم کے ساتھ پرواز کرتی ہے۔ یعنی ہر ایک روح اپنے خاکی جسم سے پرواز کرنے کے بعد اپنا اعمالنامہ اپنے ساتھ لے جاتی ہے اور موت کے فوراً بعد اس اعمالنامہ کے مطابق روح کی جزا سزا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

جب روح اپنے خاکی جسم سے پرواز کر کے اپنے ایثری جسم کے ساتھ "روحوں کی دنیا"

میں پیدا ہوتی ہے تو خداوند تعالیٰ کو اس روح کے نیک و بد اعمال کے متعلق کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ اس روح کے اثیری جسم پر قائم شدہ نقوش خود بخود اس کے نیک و بد اعمال پر روشنی ڈالتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے :۔

قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيظٌ ط (سورۂ ق۔ رکوع ۱)

ہم جانتے ہیں جو زمین ان سے کم کر دیتی ہے اور ہمارے پاس حفاظت کرنے والی کتاب ہے۔

جس چیز کو زمین کم کر دیتی ہے۔ وہ انسان کا خاکی جسم ہے اور "کتاب حفیظ" انسان کا اثیری جسم ہے جو اعمالِ انسانی کو محفوظ کر لیتا ہے۔

قرآن پاک میں سورۂ بنی اسرائیل ۱۵/۱۱ میں ذکر آتا ہے :۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ۔

کہ حیات بعد الموت میں خداوند تعالےٰ انسان کو ایسے جسم میں اٹھائے گا۔ جو اس مادی جسم کے مثل ہوگا (اور اس پر اس کے اعمال کے نقوش ہوں گے۔)

کیونکہ انسان کا یہ مادی جسم ہر آن بدلتا رہتا ہے اور ایک مقررہ وقت کے بعد فنا ہو جاتا ہے۔ لیکن انسان کے اعمال فنا نہیں ہوتے ؛

پانچواں باب

ایتھر یا ایثر کیا چیز ہے؟

ایتھر کو اُردو زبان میں ایثر اور عربی زبان میں جوّ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ایثر ازل سے کائنات میں موجود ہے۔ لیکن علمائے فطرت کو حال ہی میں اس کا پتہ چلا ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن ریڈیو ایثر ہی کے معجزات ہیں۔ ایثر ہر جگہ موجود ہے۔ یہ ایک لطیف سا بادل ہے جو عرش سے تحت الثریٰ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس میں کہیں کوئی خلا یا روزن موجود نہیں اور نہ ہی پیدا کیا جا سکتا ہے۔ غالباً آیۂ ذیل میں اسی ایثر کی طرف اشارہ ہے۔

اَفَلَمْ یَنْظُرُوْا اِلَی السَّمَآءِ	کیا یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ ہم نے ان کے
فَوْقَهُمْ کَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَ زَیَّنّٰهَا	سروں پر ایک آسمان بنا کر اُسے آراستہ
وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝	کر رکھا ہے اور اس میں کہیں خلا یا روزن
(سورہ قٓ رکوع پہلا)	موجود نہیں۔"

صحیفۂ فطرت کے ایک روسی فاضل مسٹر منڈلیف کا خیال ہے کہ ایتھر گیس سے بھی زیادہ لطیف کوئی چیز ہے۔ جس کے ذرّات ہر جسم میں داخل ہو سکتے ہیں۔ سلسلۂ ارتقا کے بارے میں پہلے یہ تصوری تھی کہ جسم انسانی کے ظہور سے پہلے عالم کی ابتدا اِن ذرّاتِ مادی سے ہوئی جنہیں ایٹم کہتے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد سائنس نے یہ تحقیقات کی کہ ذرّاتِ مادی ازلی نہیں۔ بلکہ اس سے قبل بجلی کے مفردات الیکٹرون تھے۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ یہ الیکٹرون ایک دھندلی روشنی کا نتیجہ ہیں جسے "نیبولا" کہتے ہیں اور یہ نیبولا ایک ظلمت میں سے نکلتے ہیں جسے ایتھر یعنی ایثر کہتے ہیں۔ ایثر سے پہلے کیا تھا؟ سائنس دان کہتے ہیں وہ انرجی یعنی قوت تھی۔ یہ وہ حق ہے جو ان سائنسدانوں کے منہ سے زبردستی نکلا۔ یہ دبی زبان سے نیست سے ہست ہونے کا اقرار ہے۔ یعنی خدا کی قوت ہی نے ایثر پیدا کیا اور یہ سب کچھ محض اس کی قدرتِ کاملہ ہی کا سارا ظہور ہے اور یہی اسلامی عقیدہ ہے۔

آجکل کے سائنسدانوں کا ایک مسلّمہ امر ہے کہ تمام چیزوں میں "قانون اضداد" کام کر رہا ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے جب ایثر کا کرہ ظلمت پیدا کیا تو ضروری ہے کہ اس کا ضد کرہ نور بھی پیدا کیا ہو۔ قرآن حکیم بھی یہی فرماتا ہے کہ ظلمات اور نور دونوں کو خدا نے پیدا کیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ — تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے

وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ہ
آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ظلمت اور نور کو پیدا کیا۔

جس طرح عالمِ ظلمات یعنی ایتھر سے ہر وقت سیاہ انوار کی چنگاریاں نکل کر عالمِ مادی کا جزو بن رہی ہیں۔ اسی طرح عالمِ نور سے ہر وقت نور کی چنگاریاں نکل کر عالمِ ارواح کا جزو بن رہی ہیں۔ جس کی ایک چنگاری نفس انسانی ہے۔

ایتھر بطور واسطہ

تالاب کے پُرسکون پانی میں ایک کنکر ٹپکا دو۔ فوراً پانی میں لہریں پیدا ہو جائیں گی۔ پانی وہیں رہیگا۔ لیکن لہریں تالاب کے کناروں تک جا پہنچیں گی۔ بالفاظ دیگر پانی انتقال امواج کا وسیلہ بنتا ہے۔ اسی طرح ایتھر بھی ہماری متعدد خدمات انجام دیتا ہے یہ ہمارا قاصد ہے کہ ہمارے پیغامات آناً فاناً ہزاروں میل کی مسافت پر پہنچا رہا ہے اور عمل بصارت ایتھر ہی کی بدولت وقوع پذیر ہوتا ہے۔

یہ قانونِ فطرت ہے کہ ایک جسم کسی دوسرے جسم پر کسی درمیانی واسطے کے بغیر عمل نہیں کر سکتا۔ اندھیری رات میں ایک جہاز ران دُور سے منار روشنی کو دیکھتا ہے۔ اس منار اور جہاز ران کے درمیان ایک واسطہ موجود ہے۔ جو روشنی کی لہروں کو اس ملاح تک پہنچا رہا ہے۔ اس درمیانی واسطے کا نام ایتھر ہے منار کی روشنی ایتھر میں لہریں پیدا کرتی ہے۔ یہ لہریں ملاح کے پردۂ چشم سے ٹکراتی ہیں۔ اور دماغ روشنی دیکھ لیتا ہے۔ یاد رہے کہ دیکھنے کا کام عمل دماغ سے سرزد ہوتا

ہے اور آنکھیں محض آلاتِ بصارت ہیں۔

اسی طرح آفتاب ایتھر میں ہیجان پیدا کرتا ہے اور یہ ہیجان ہمارے دماغ تک پہنچ کر روشنی اور حرارت کا احساس دلاتا ہے۔ مقناطیس کچھ فاصلہ سے سوئی کو کھینچ لیتا ہے۔ سوئی اور مقناطیس کے درمیان کوئی واسطہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ جس کا نام ہم نے ایتھر رکھا ہوا ہے۔

لطافتِ ایتھر

لطافت کے لحاظ سے (۱) گیس سے زیادہ لطیف یعنی نور۔ (۲) نور سے زیادہ لطیف یعنی ایتھر۔ (۳) ایتھر سے زیادہ لطیف یعنی روح۔ روح ایک نور ہے اور جسم ظلمت۔ ہر دو کے اختلاط سے کائنات کی رونق قائم ہے۔

سائنس کی جدید ترین تحقیقات کے مطابق ایتھر ایک نہایت ہی لطیف مادہ ہے۔ جو زمین سے لے کر آسمان تک ہر وقت اس کرۂ ارض کے اردگرد لطیف حالت میں موجود ہے۔ بالفاظِ دیگر کرۂ ایتھر اس کرۂ ارض کا غلاف ہے لطیف ترین ہونے کی وجہ سے یہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے کرۂ ارض کے اردگرد ہر طرف کرۂ ہوا بھی ہے۔ مگر یہ کرۂ ہوا زمین سے آسمان کی طرف کرہ ارض کے اردگرد چند میلوں تک پھیلا ہوا ہے آگے کرۂ ہوا کی حد ختم ہو جاتی ہے۔ اس کرۂ ہوا میں ہوا اور ایتھر دونوں پائے جاتے ہیں۔ اس کرۂ ہوا سے اوپر چاروں طرف آسمان تک خلا ہے جہاں ہوا

کا نام و نشان تک نہیں ۔ اس خلا میں آکسیجن نہ ہونے کی وجہ سے کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا مگر یہ کرۂ خلا آسمان تک ایتھر سے بھرپور ہے ۔ خدا کی قوت ہی نے اس ایتھر کو پیدا کیا اور یہ سب کچھ محض اس کی قدرت ہی کا سارا ظہور ہے ۔

ایتھر کو ہم کیوں نہیں دیکھ سکتے ؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ مادہ جب کثیف حالت میں ہوتا ہے ۔ ہم اس کو دیکھ سکتے ہیں ۔ مگر لطیف حالت میں ہماری نظر سے غائب ہو جاتا ہے ۔ ذیل کی مثال سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جائے گی ۔

جب ہم کیتلی یا کسی برتن میں پانی گرم کرتے ہیں تو کچھ وقت کے بعد پانی اُبلنے لگتا ہے اور اس میں سے بخارات اُٹھنے شروع ہو جاتے ہیں ۔ یہ بخارات جب تک کثیف حالت میں ہوتے ہیں ، کیتلی کے مُنہ کے اوپر کچھ فاصلہ تک اُٹھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں مگر جونہی بخارات کثیف سے لطیف حالت میں تبدیل ہو جاتے ہیں ۔ ہماری نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں ۔ وہ اس کرۂ ہوا میں موجود ہوتے ہیں مگر ہمیں نظر نہیں آتے ۔

اس مثال سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مادہ جب تک کثیف حالت میں ہوتا ہمیں دکھائی دیتا ہے ۔ مگر لطیف حالت میں ہماری نظر سے غائب ہو جاتا ہے حالانکہ وہ اس لطیف حالت میں بھی کرۂ ہوا میں موجود ہوتا ہے ۔

ایتھر کس نے دریافت کیا

آج سے دو سو برس پہلے ہالینڈ کے ایک پروفیسر مسٹر ہوئی جنس نے وجودِ ایتھر کا اعلان کیا تھا۔ کچھ مدّت بعد جب لنڈن کے ایک ڈاکٹر تھامس ینگ نے اس نظریئے پر روشنی ڈالی تو کسی نے توجہ نہ کی اور اس نظریہ پر بُری طرح نکتہ چینی کی گئی۔ آخر کچھ عرصہ بعد علماؔ اس نظریہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آج اس کے نتائج آپ کے سامنے ہیں۔

امواج ایتھری

ساکن پانی میں ایک ایک سیکنڈ کے بعد چھوٹے چھوٹے کنکر پانی میں ٹپکا کر لہروں کا مطالعہ کیجیئے۔ اور دیکھیئے کہ پہلی لہر اور دوسری لہر میں کتنی مسافت ہے۔ پھر ایک سیکنڈ میں بیس کنکر ٹپکایئے۔ آپ دیکھیں گے کہ لہروں کا درمیانی فاصلہ بیس گنا چھوٹا ہو جائے گا۔ بس اس قسم کی لہریں ایتھر میں اُٹھتی رہتی ہیں۔ اگر ہر دو لہروں میں وقفہ کافی ہو تو لہریں بڑی اور لمبی ہوں گی۔ ورنہ چھوٹی۔

امواجِ ایتھری ۱۸۶۰۰۰ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہیں۔ اگر ایک سیکنڈ میں ایتھر کے اندر سو مرتبہ جُنبش پیدا کی جائے تو ہر لہر کا درمیانی فاصلہ ۱۸۶۰ میل ہو گا۔ سُورج کی روشنی بھی اسی رفتار سے زمین پہ آتی ہے۔ جس سے علما نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ روشنی نہیں چلتی بلکہ امواجِ ایتھری حرکت کرتی ہیں۔

اللہ سنتا اور دیکھتا ہے

آج ہم تموّجِ اثیری کی بدولت ہزارہا میل کی باتیں چشم زدن میں بے تار و سلسلہ سُن رہے ہیں۔ یہاں قدرتاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ اثیر اللہ تعالیٰ کے دائرہ اختیار کے اندر ہے یا باہر؟ اگر اندر ہے تو لازماً کائنات کی ہر آہٹ ہر صدا اور ہر جُنبش جو اثیر میں تموّج پیدا کر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کس طرح پنہاں رہ سکتی ہے؟ امواجِ اثیری نے ہمیں یقین دلا دیا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ یعنی اللہ تعالیٰ سنتا اور دیکھتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نفسِ انسان کے وسوسوں تک سے واقف ہے۔

نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِہٖ نَفْسُہٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ۝ (سورہ قٓ)	اور ہم جانتے ہیں جو اس کا نفس وسوسہ میں ڈالتا ہے اور ہم اس سے اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو نہ صرف انسان کے اعمال کا ہی علم ہے بلکہ اُن خیالات کا بھی علم ہوتا ہے جو اس کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ مگر انسان گناہ پر جرأت اس لئے کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دور سمجھتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کے رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (سورہ سجدہ ۶/۳۲)	یہی غیب اور موجود کو جاننے والا ہے۔

روح کا اصلی جسم اسی ایتھر کا ہی بنا ہوا ہے اور روح موت کے وقت خاکی جسم سے اسی ایتھری جسم کے ساتھ ہی پرواز کرتی ہے۔ روح کا ایتھری جسم بنانے میں خدا تعالیٰ کی خاص حکمت ہے۔ جس کی تشریح آگے چل کر کی جائے گی۔

ایتھر کے کرشمے

زمین سے لے کر آسمان تک اگر اس کرۂ ارض کے اردگرد ایتھر کا غلاف نہ ہوتا تو چاند، سورج اور ستاروں کی روشنی ہم تک نہ پہنچ سکتی۔ سائنس کی موجودہ عجیب و غریب ایجادات مثلاً وائرلیس ریڈیو۔ ٹیلی ویژن ریڈیو وغیرہ معرض وجود میں نہ آتیں۔ بجلی کی لہروں سے ہم کوئی کام نہ لے سکتے۔ ہوائی جہاز پائیلاٹ کے بغیر ہم نہ چلا سکتے۔ وائرلیس کے ذریعہ پیغامات چشم زدن میں ہم دور دراز ملکوں تک نہ پہنچا سکتے۔ گھر بیٹھے ہی دور دراز ملکوں سے ہم تازہ خبریں نہ سن سکتے اور اُن ملکوں کے خوش بیان مقرروں کی پُر از معلومات تقریروں سے مستفیض نہ ہو سکتے۔ گھر بیٹھے ہی ہم تمام دُنیا کی سیر نہ کر سکتے۔ یہ سب کرشمے اس ایتھر کی بدولت ہی ہیں۔ روح اور روحوں کی دُنیا کے متعلق سائنس کی تمام جدید ترین تحقیقات تھیوری آف ایتھر پر مبنی ہیں اور قرآن حکیم کی تعلیم کے عین مطابق ہیں۔ اس کی تشریح اگلے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

چھٹا باب

کرۂ ایثر

زمین سے لے کر آسمان تک یہ کرۂ ایثر ایک وسیع سمندر کی مانند ہے۔ ایثر کے وسیع سمندر میں مختلف قسم کی لہریں مثلاً آواز کی لہریں، عکس کی لہریں، روشنی کی لہریں، بجلی کی لہریں، خیال کی لہریں ہر وقت متلاطم رہتی ہیں چشم زدن میں ہر ایک لہر تمام کرۂ ایثر میں اپنا پورا چکر ختم کر لیتی ہے۔ مثلاً وسیع سمندر کی بجائے چھوٹے پیمانے پہ پانی کے تالاب کی مثال لیجئے۔ اگر اس پانی کے تالاب میں کوئی کنکر پھینکا جاتا ہے تو اس سے پانی میں لہریں پیدا ہو جاتی ہیں اور ہمارے دیکھتے دیکھتے یہ لہریں تمام تالاب میں چاروں طرف اپنا پورا چکر ختم کر لیتی ہیں اور ان لہروں کے اثر سے تالاب کا کوئی حصہ بچ نہیں سکتا۔ جہاں تک تالاب کی حدود ہیں۔ وہاں تک چاروں طرف ان لہروں کا چکر جائیگا۔ اسی طرح ایثر کے وسیع سمندر میں کسی جگہ بھی اگر کوئی لہر خواہ وہ آواز کی لہر ہو عکس کی لہر ہو پیدا ہوتی ہے تو وہ اپنا پورا چکر تمام کرۂ ایثر میں چاروں طرف

چشم زدن میں ختم کرتی ہے۔ چشم زدن سے میری مراد نہایت ہی قلیل عرصہ ہے۔ مثلاً آواز کی ایک لہر لندن کے براڈکاسٹنگ اسٹیشن سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ آواز کی لہر کرۂ ایثر میں چاروں طرف اپنا پورا چکر ایک سیکنڈ کے آٹھویں حصّہ میں ختم کرتی ہے اور تمام دُنیا کے کونے کونے میں ہر جگہ خواہ وہ کھُلی ہو یا بند کمرہ ہو۔ نہایت تیز رفتاری سے پہنچ جاتی ہے۔ جس جس جگہ اس آواز کی لہر کو پکڑنے کے لئے ریڈیو سٹ ہو گا۔ وہاں یہ آواز تار کے بغیر سُنی جاسکے گی۔

ایثر ہی اس آواز کی لہر کو تار کے بغیر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ اگر یہ کرۂ ایثر نہ ہوتا تو ہم دُور دراز ملکوں سے کوئی آواز تار کے بغیر نہ سُن سکتے اور سائنس کی موجودہ ایجادات معرضِ وجود میں نہ آتیں۔

کرۂ ایثر ہی ایثری دنیا ہے۔ اس ایثری دنیا کو روحوں کی دنیا بھی کہتے ہیں۔ روح اس خاکی جسم سے پرواز کرنے کے فوراً بعد اس روحوں کی دنیا میں داخل ہوتی ہے۔ اس نئی دنیا میں روح اپنے ایثری جسم کے ساتھ جاتی ہے۔ آگے چل کر ایک علیحدہ دلچسپ باب میں روحوں کی دنیا پر پوری پوری روشنی ڈالی جائیگی۔

ساتواں باب

ایتھر اور ایجادات سائنس

۱۔ روشنی کی لہریں سائنس کی وسیع تحقیقات کے مطابق سورج، چاند، ستاروں اور دیگر روشن اجسام کی روشنی زمین تک اس ایتھر کے ذریعہ ہی پہنچتی ہے۔ روشنی کی لہریں نہایت ہی تیز رفتاری کے ساتھ زمین کی طرف آتی ہیں۔ روشنی کا منبع خواہ کچھ بھی ہو اور کہیں بھی ہو۔ روشنی کی لہریں نہایت تیز رفتاری کے ساتھ اپنے منبع سے دیگر مقامات کی طرف حرکت کرتی ہیں۔ اگر کرۂ ایتھر نہ ہوتا تو ہم سورج، چاند اور ستاروں کی روشنی اور اُن کے فوائد سے محروم رہتے۔ سورج کی گرمی مینہ برسانے کی موجب ہے۔ اس لئے کہ سورج کی گرمی سے سمندروں کا پانی بخارات کی صورت میں منتقل ہوتا ہے اور تب پانی برستا ہے۔ پھر پانی سے سبزیاں اُگتی ہیں اور

باغوں کے باغ بن جاتے ہیں۔ جو انسان اور حیوان کو خوراک مہیا کرتے ہیں۔ الغرض ایثر کی عدم موجودگی میں یہ مادی دنیا ایک تاریک دنیا ہوتی اور یہاں انسانی زندگی کا نام و نشان تک نہ ہوتا۔

۲۔ آواز کی لہریں

ایثر ہی آواز کی لہروں کو تار کے بغیر نہایت تیز رفتاری کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقامات تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ اگرچہ ہوا بھی آواز کی لہروں کو ایک مقام سے دوسرے مقامات تک پہنچانے کا ذریعہ ہے مگر ہوا کا عمل محدود ہے اور ایثر کا عمل غیر محدود۔

ہر آواز کی لہر خواہ وہ آواز دنیا کے کسی مقام سے پیدا ہو۔ اپنا پورا چکر اس کرۂ ایثر میں چاروں طرف ایک سیکنڈ کے آٹھویں حصہ میں ختم کر لیتی ہے۔ اور کرۂ ایثر کی وجہ سے یہ آواز تار کے بغیر دنیا کے ہر ایک مقام پر سنی جا سکتی ہے۔ مثلاً آواز کی لہر لاہور کے براڈکاسٹنگ اسٹیشن سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ آواز کی لہر کرۂ ایثر میں چاروں طرف اپنا پورا چکر ایک سیکنڈ کے آٹھویں حصہ میں ختم کر لیتی ہے اور تمام دنیا کے کونے کونے میں ہر جگہ خواہ وہ کھلی ہو یا بند کمرہ ہو۔ نہایت تیز رفتاری کے ساتھ یہ آواز کی لہر پہنچتی ہے۔ جس جس جگہ اس آواز کی لہر کو پکڑنے کے لئے ریڈیو سٹ ہو گا۔ وہاں یہ آواز سنی جا سکے گی۔ آواز سے تعلق رکھنے والی سائنس کی موجودہ عجیب و غریب ایجادات

وائرلیس اور ریڈیو اس ایتھر کے ہی کرشمے ہیں۔ ان ایجادات میں خوبی یہ ہے کہ وہ ایتھر کی وجہ سے تار کے بغیر پیغامات دنیا کے ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچاتے ہیں۔ ایتھر کی عدم موجودگی میں عجیب وغریب ایجادات معرض وجود میں نہیں آسکتی تھیں۔

ایتھر میں ایک اور عجیب وغریب خاصیت یہ ہے کہ ایتھر ہر آواز کی لہر کا نقش اس کرۂ ایتھر میں لامحدود وقت تک قائم اور محفوظ رکھتا ہے۔ ایتھر کی اس خاصیت نے سائنس کی دنیا میں ایک نہایت ہی عجیب وغریب دریافت کا امکان پیدا کر دیا ہے۔ یعنی گذشتہ زمانے میں بڑے بڑے لیڈروں، عالموں اور پیغمبروں رسولوں اور فلسفہ والوں کی زبانی تقریروں لیکچروں اور ان کے قیمتی کلمات کو اس کرۂ ایتھر سے اخذ کرنا اور اس طرح ان کے بولے ہوئے کلمات کی فلمیں اور ریکارڈ تیار کرنا۔ اس دریافت کی تکمیل کے لئے خاص طور پر جرمنی اور امریکہ کے سائنس دان دن رات کوشاں ہیں جرمنی کے سائنس دان اس دریافت کی تکمیل میں خاص دلچسپی لے رہے ہیں۔ یورپ کی عالمگیر جنگ سے پہلے جرمن سائنس دان نے اس بات کے دریافت کرنے میں نمایاں کامیابی حاصل کر لی تھی کہ گذشتہ زمانہ کے بڑے بڑے عالم فاضل لوگوں کی زبانی تقریریں اور کلمات اس کرۂ ایتھر پہ قائم اور محفوظ ہیں اور انہیں اس کرۂ ایتھر سے اخذ کیا جاسکتا ہے اور ان کے ریکارڈ اور فلمیں تیار کی جاسکتی ہیں۔ اگر یہ دوسری جنگ عظیم انکی تحقیقات میں مخل نہ ہوتی۔ تو ممکن تھا کہ وہ اب تک اس دریافت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں پورے طور پہ کامیاب ہوجاتے۔ اس عجیب وغریب دریافت کی تکمیل دُنیا کی گذشتہ

تاریخ میں ایک نمایاں تغیر پیدا کر دے گی اور گذشتہ تاریخ میں نمایاں اضافہ کا باعث ہوگی۔ یہ دریافت بھی اس ایتھر کا ہی کرشمہ ہوگا۔

۳۔ عکس کی لہریں

ایتھر ہی کسی چیز کے عکس کی لہروں کو تار کے بغیر نہایت تیز رفتاری کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقامات تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ آواز کی لہر کی مانند ہر عکس کی لہر خواہ وہ دُنیا کے کسی مقام سے پیدا ہو۔ اپنا پورا چکر اس کرۂ ایتھر میں چاروں طرف ایک سیکنڈ کے آٹھویں حصّہ میں ختم کر لیتی ہے اور کرۂ ایتھر کی وجہ سے اس عکس کی تصویر دُنیا کے ہر ایک مقام پر تار کے بغیر دیکھی جا سکتی ہے۔ اگر عکس کی یہ لہر دنیا کے کسی براڈ کاسٹنگ اسٹیشن سے پیدا ہوتی ہے تو تمام دنیا کے کونے کونے میں ہر جگہ خواہ وہ کھلی جگہ ہو یا بند کمرہ ہو۔ یہ عکس کی لہر نہایت ہی تیز رفتاری کے ساتھ پہنچے گی اور جس جس جگہ اس کی لہر کو پکڑنے کے لئے ٹیلی ویژن ریڈیو سٹ ہوگا۔ وہاں اس عکس کی تصویر دیکھی جا سکے گی۔ مثلاً لاہور کے براڈ کاسٹنگ اسٹیشن سے ایک ڈرامہ پارٹی اپنے ساز و سامان کے ساتھ اپنا ڈرامہ براڈ کاسٹ کر رہی ہے۔ دُنیا کے ہر ایک مقام پر جہاں کہیں بھی ٹیلی ویژن ریڈیو سٹ ہوگا اس پارٹی کا ڈرامہ اور ان کی حرکات و سکنات کی تصویریں بجنسہٖ اسی طرح سے سُنی اور دیکھی جائیں گی۔ جس طرح کہ لوگ سینما ہاؤس میں بیٹھے ہوئے آواز کو سنتے ہیں اور پردہ پر متحرک تصویروں کو دیکھتے ہیں۔ لہٰذا ٹیلی ویژن ریڈیو بھی

اسی ایتھر کا کرشمہ ہے۔ پاکستان میں ابھی تک یہ ایجاد عام استعمال میں نہیں آئی۔ زیادہ قیمتی ہونے کی وجہ سے بڑے امیر لوگ ہی اس سے لطف اٹھاتے ہیں۔ مگر یورپ اور امریکہ کے ممالک میں یہ ایجاد عام استعمال میں آرہی ہے۔

اس ایجاد نے سینما کے شوقینوں کے لئے بڑی سہولت پیدا کردی ہے عنقریب آئندہ آنے والے زمانہ میں سینما کے شوقین اور امیر لوگ اس ٹیلی ویژن ریڈیو سٹ کی مدد سے گھر بیٹھے بٹھائے سینما پکچر کا لطف اُٹھایا کریں گے۔ بڑے بڑے شہروں میں ایسے براڈکاسٹنگ اسٹیشن بنا دئے جائیں گے۔ جو سینما پکچر براڈکاسٹ کیا کریں گے اور امیر لوگ بیٹھے بٹھائے اس سے لطف اٹھایا کریں گے۔

اس ایجاد نے طلباء اساتذہ اور پروفیسروں کے لئے بھی بڑی سہولت پیدا کردی ہے۔ عنقریب آئندہ آنے والے زمانہ میں ترقی یافتہ ملکوں میں ایسے سکول اور کالج ہوں گے جن میں براڈکاسٹنگ اسٹیشن کا انتظام ہوگا۔ اساتذہ اور پروفیسر صاحبان ایسے سکولوں اور کالجوں سے طلبا کے لئے اسباق اور لیکچرز براڈکاسٹ کیا کریں گے۔ ان کو سکول میں حاضر ہونے کی تکلیف برداشت نہیں کرنی پڑے گی۔ امریکہ اور جرمنی میں ایسے سکولوں اور کالجوں کا آغاز ہو چکا ہے۔ ایتھر میں یہ بھی خاصیت ہے کہ وہ ہر عکس کی لہر کا نقش اس کردہ ایتھر میں لامحدود وقت تک اسی طرح قائم اور محفوظ رکھتا ہے۔ جس طرح سے رکہ

آواز کی لہر کا نقش۔

۴۔ بجلی کی لہریں

ایتھر ہی بجلی کی لہروں کو تار کے بغیر نہایت ہی تیز رفتاری کے ساتھ ایک مقام سے دُوسرے مقامات تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ آواز اور عکس کی لہروں کی مانند ہر بجلی کی لہر خواہ وہ دُنیا کے کسی مقام سے پیدا ہو۔ اپنا پورا چکر اس کرۂ ایتھر میں چاروں طرف ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصّہ میں ختم کر لیتی ہے۔ ایتھر کی اس خاصیت کے ماتحت کسی مقام کی بجلی کے پاور ہاؤس سے بجلی کی لہریں تار کے بغیر نہایت تیز رفتاری کے ساتھ دُوسرے مقامات تک پہنچائی جا سکتی ہیں۔ کرۂ ایتھر اور ان بجلی کی لہروں کے ذریعہ سے مختلف قسم کے کام کرنے کا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ ان مقامات پر بجلی کی لہروں کو پکڑنے کے لئے ضروری آلات موجود ہوں۔ اس بارہ میں امریکہ میں کامیاب تجربے ہو چکے ہیں۔ نیویارک کے قریب ایک آبشار سے بجلی پیدا کرنے کے پاور ہاؤس بنایا گیا اور وہاں سے ایسے مقامات کو بجلی کی لہریں تار کے بغیر بھیجی گئیں۔ جہاں کہ بجلی کی لہروں کو کرۂ ایتھر سے پکڑنے کے لئے ضروری آلات رکھے گئے تھے اور پھر ان مقامات پر اس طرح مہیا کردہ بجلی کی طاقت سے مختلف قسم کے کام لئے گئے۔ مثلاً بجلی کے ذریعہ روشنی کرنا۔ پنکھا چلانا وغیرہ وغیرہ۔ مگر ابھی بجلی کی لہروں کو کرۂ ایتھر سے پکڑنے والے آلات میں کئی خامیاں ہیں۔ مثلاً دور کے مقامات ابھی ان

آلات سے پورا پورا فائدہ نہیں اُٹھا سکے۔ اس بارے میں امریکہ میں مزید تجربات ہو رہے ہیں۔ جب یہ دریافت پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گی۔ تو تمام دنیا میں ایک نمایاں تغیر پیدا ہو جائے گا۔ ایک مقام سے دوسرے مقامات تک بجلی کی طاقت تار کے بغیر نہایت سستے داموں بھیجی جائے گی۔ تار کھمبوں اور دیگر متعلقہ سامان کی ضرورت نہ رہے گی۔ اس آنے والے زمانہ میں بجلی اتنی عام اور سستی ہو جائے گی کہ امیر اور غریب لوگ اس سے یکساں فائدہ اٹھا سکیں گے۔ اور بہت سے کام اس بجلی کے ذریعہ ہی نہایت قلیل عرصہ میں سستے داموں انجام پذیر ہو سکیں گے۔ تمام قسم کے کارخانے بجلی کی طاقت سے چلیں گے۔ تمام دنیا میں بھلا اس آنے والے زمانہ کو کس نام سے پکارا جائے گا؟ بجلی کا زمانہ؟

ایتھر کی اس خاصیت کے ماتحت کئی عجیب و غریب ایجادات معرض وجود میں آچکی ہیں۔ ان میں سے دو ایجادوں کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:۔

(۱) یورپ کے ایک سائنس دان نے ایک ایسی بیٹری ایجاد کی ہے۔ جو سورج کی شعاعوں سے پیدا شدہ بجلی کی طاقت سے چارج کی جاتی ہے۔ بس بیٹری کو چند گھنٹوں کے لئے دھوپ میں رکھ دیا جاتا ہے اور یہ بیٹری سورج کی شعاعوں سے پیدا شدہ بجلی کی لہریں براہِ راست اس کرۂ ایتھر سے اخذ کرتی ہے۔ جتنے گھنٹے یہ بیٹری دھوپ میں رکھی جاتی ہے۔ اتنے ہی گھنٹے اس سے کام لے سکتے ہیں۔ موٹر یا بجلی کا پنکھا چلا سکتے ہیں۔ روشنی کر سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

۱۲۱ ، اسی طرح ایک سائنس دان نے ایک اور قسم کی بیٹری گھریلو استعمال
کے لیئے ایجاد کی ہے ۔ جو ہوا سے چلنے والے پنکھے کے ساتھ فٹ کی ہوئی ہے ۔
یہ پنکھا ہوا کی مدد سے چوبیس گھنٹے چلتا رہتا ہے اور بجلی کی لہریں پیدا کرتا ہے ۔
اور اتنی مقدار میں یہ بجلی کی طاقت جمع کر لیتی ہے کہ ایک گھر کی ضروریات کے
لیئے چوبیس گھنٹے کے لیئے کافی سے زیادہ ہوتی ہے ۔ اس بجلی کی طاقت سے گھر
میں روشنی کر سکتے ہیں ۔ پنکھے چلا سکتے ہیں اور اسی قسم کے کئی اور کام لے سکتے
ہیں ۔

ہندوستان کے ایک سائنس دان نے حال ہی میں ایک نہایت ہی چھوٹی سی عجیب و غریب مشین ایجاد کی ہے جو انسان کو محو حیرت کر دیتی ہے ۔ یہ چھوٹی سی مشین جو بجلی کے بلب سے فٹ کی ہوئی ہے ۔ ایک خاص آواز پر بجلی کی لہریں تار کے بغیر اس کرہ ایثر سے اخذ کرتی ہے ۔ جس سے بجلی کے بلب خود بخود روشن ہو جاتے ہیں ۔ اگر بلب روشن کرنے ہوں تو وہ "لائٹ" اس مشین کے ذریعہ بولتا ہے اور بلب خود بخود روشن ہو جاتے ہیں ۔ لفظ "اوف" کے بولنے پہ بلب خود بخود فوراً بجھ جاتے ہیں ۔

کان رکھنے والی مشین

ہمبرگ ۔ ۱۰ ، اکتوبر ۱۹۴۹ء پیگ کے موسم خزاں کی نمائش میں ایک کاغذ کاٹنے والی مشین دکھلائی گئی ۔ جو آواز کی لہروں سے کام کرتی تھی ۔

اس مشین کا چلانے والا مستری لفظ "روشنی" بولتا ہے اور روشنی اس کاغذ پہ جیسے کاٹنا ہوتا ہے۔ نمودار ہوتی ہے۔ جب وہ لفظ "شروع" پکارتا ہے۔ تو مشین کاغذ کو کتر کاٹنے والی قینچی اکی طرف دھکیلتی ہے۔ لفظ "کاٹو" کے بولنے پہ کاغذ کاٹنے والا آرا نیچے آتا ہے اور بار بار کاغذ کاٹتا رہتا ہے۔ آخرکار لفظ "ٹھہرو" کے بولنے پہ آرا اپنا کام بند کر دیتا ہے۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دُنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

بجلی کی لہریں تار کے بغیر

ایک اطالوی سائنس دان کا دعوےٰ جینوا (اٹلی)۔ ۴ نومبر ۱۹۵۳ء۔

"ایک سرکاری امداد حاصل کرنے والے اطالوی سائنس دان نے آج رات کے وقت اعلان کیا۔ کہ وہ بجلی کی طاقت کو تار کے بغیر ایک جگہ سے دُوسری جگہ پہنچانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

موجد کیپٹن گیبہ سیپ ڈی نوٹو، نے جو اطالوی تاجرانہ بحری جہازوں میں پہلے چیف انجنیئر تھا۔ اعلان کیا۔ کہ اس کی ایجاد کے پہلے کامیاب تجربات دو ماہ ہوئے کئے گئے تھے۔

اُس نے عام طور پہ قابل اعتبار اخبار "میکو لو" کے ساتھ ملاقات کے

دوران میں بتایا۔ کہ بجلی کی لہریں تار کے بغیر کام کرنے والے میکینکل انجنوں کے ذریعہ دوسری جگہ پہنچائی گئیں۔

اُس نے کہا۔ کہ اطالوی گورنمنٹ اسے اس کام کے لئے کچھ مالی امداد دیتی ہے۔ اُس کے تجربات ایک پہلے توپخانہ کی بارکوں میں ہو رہے ہیں جو جنیوا سے باہر ایک پہاڑی پر واقع ہیں۔

نوٹو نے بتایا۔ کہ اُس کے تحقیقات کے کام میں "گگ لیل مو" اُس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اُس نے پیشن گوئی کی۔ کہ اُس کی ایجاد کی وجہ سے بجلی کی طاقت ایک عالمگیر طاقت بن جائے گی۔

اُس نے کہا اگر ہمیں بجلی کی طاقت نشر کرنے والا یعنی پہنچانیوالا ایسا اسٹیشن بنانے کی اجازت مل گئی۔ جیسے ہم ضروری خیال کرتے ہیں۔ تو بجلی کے اس ایک اسٹیشن سے نشر کی ہوئی بجلی کی طاقت تمام دُنیا میں کسی مرکز پر بھی پہنچائی جاسکتی ہے۔ اور مہیا کی جاسکتی ہے۔

۵۔ خیال کی لہریں

ایتھر ہی خیال کی لہروں کو تار کے بغیر نہایت ہی تیز رفتاری کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقامات تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ ایتھر کا یہ کام نہایت ہی حیران کن ہے آواز اور رنگس کی مانند ہر خیال کی لہر خواہ وہ دنیا کے کسی مقام سے پیدا ہو۔ اپنا پورا چکر اس کرہ ایتھر میں چاروں طرف چشم زدن میں ختم کر لیتی ہے اور اپنی منزل

مقصود پر پہنچ کر نہایت ہی حیران کن اثر دکھلاتی ہے۔

خیال ایک نہایت ہی نازک اور لطیف چیز ہے مگر بذاتِ خود ایک زبردست طاقت ہے۔ اگر خیال کی پُشت پر مضبوط قوتِ ارادی اور توجہ کی یکسوئی مددگار ہوں تو خیال کی لہر میں اس قدر قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ منزلِ مقصود پر پہنچ کر ایک زبردست دھکا لگاتی ہے۔ مسمریزم۔ ہپنوٹزم۔ ذاتی مقناطیسی طاقت اور ہمزاد اسی خیال کی طاقت کے ہی کرشمے ہیں۔ ان علوم کے متعلق میرا مطالعہ نہایت وسیع ہے۔ اگر زندگی نے وفا کی تو انشاءاللہ تعالیٰ ایک نہایت ہی عجیب و غریب کتاب "خیال کی طاقت" کے عنوان سے قلمبند کروں گا۔

خیال کی طاقت کا عملی پہلو بذاتِ خود ایک نہایت ہی دلچسپ مضمون ہے۔ اس کے متعلق چند مثالیں ذیل میں آپ کی دلچسپی کے لئے درج کی جاتی ہیں:۔

(۱) خیال کی طاقت کا اندازہ لگانے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنی آنکھیں بند کر کے اپنے سکول یا کالج کا خیال اپنے دل میں لائیں۔ چشم زدن میں آپ کے خیال کی لہر اس کرۂ ایثر میں پہنچ جائے گی اور سکول یا کالج کا نقشہ آپ کی دل کی آنکھوں کے سامنے آ جائے گا۔

(۲) کبھی کبھی خواب میں آپ کے خیالات کی لہریں اس کرۂ ایثر میں چشم زدن میں دور دراز مقامات تک پہنچتی ہیں اور وہاں کے عجیب و غریب نظارے خوشگوار یا ڈراونے واقعات آپ کی آنکھوں کے سامنے پیش کرتی ہیں۔

(۳) بعض اوقات آپ نے اپنے خیال کی طاقت کی آزمائش خود بھی کی ہوگی۔ کسی دُور دراز مقام سے اپنے کسی عزیز دوست یا قریبی رشتہ دار کی خیریت کی خبر کچھ عرصہ نہ آنے پر آپ نے مضبوط قوت ارادی اور دل کی یکسوئی کیساتھ اس کا خیال کیا۔ آپکے خیال کی لہر اس کرۂ ایثر میں نہایت تیز رفتاری کے ساتھ اس منزل مقصود پر پہنچی اور آپکے عزیز کے دل میں آپ کے طاقتور خیال کی لہر نے اُسے فوراً خیریت کی خبر بھیجنے پر مجبور کر دیا اور چند دن کے اندر اندر اس کی طرف سے خیریت کی خبر آپ تک پہنچ گئی۔ اگر یہ بات آپ تک آپ کی آزمائش میں نہ آئی ہو تو اب آزما کر دیکھیں اور لطف اٹھائیں۔ مگر اس تجربہ کی کامیابی کی شرط یہ ہے کہ آپکے خیال کی لہر کو مضبوط قوت ارادی اور توجہ کی یکسوئی ہو کر پیچھے سے پوری طاقت کیساتھ دھکیل رہے ہوں۔

(۴) ایک شخص اپنے خاص مقصد کو حاصل کرنے کے زبردست خیال کیساتھ کسی رُوحانی بزرگ یا ولی کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کرتا ہے۔ اس شخص کے خیال کی لہر اس کرۂ ایثر کے ذریعہ فوراً اس بزرگ تک پہنچ جاتی ہے اور اس مقصد سے اسے آگاہ کر دیتی ہے۔ جونہی وہ شخص اس بزرگ کی خدمت میں حاضر آتا ہے۔ اپنے مقصد کا اظہار کرنے سے پیشتر ہی اس بزرگ سے اپنے خیال کا جواب حاصل کر لیتا ہے۔

یہاں اس بات کی تشریح ضروری ہے کہ روحانی بزرگ یا ولی وہی شخص

ہو سکتا ہے جس کی رُوح کا ایثری جسم گناہوں کی کثافتوں سے پاک ہو اور اس میں ایثر کی مقدار لطیف حالت میں بہت زیادہ ہو۔ ایسے بزرگ کی رُوح کا ایثری جسم اس کرۂ ایثر کے ساتھ پیوست ہو جاتا ہے اور اس میں اس کرۂ ایثر سے آواز، عکس اور خیال کی لہروں کے پکڑنے کی زبردست طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر اس بزرگ کا دل و دماغ ٹیلی وژن ریڈیو سٹ بن جاتا ہے۔ ایسا بزرگ نہ صرف دوسروں کے خیالات کی لہریں اس کرۂ ایثر سے پکڑنے کی طاقت رکھتا ہے بلکہ اپنے خیالات کی لہریں دوسروں تک پہنچانے کی طاقت بھی رکھتا ہے۔ اس صورت میں اس بزرگ کے دل و دماغ ریڈیو و براڈکاسٹنگ مشین کا کام کرتے ہیں۔ گویا سائنس کی موجودہ عجیب و غریب ایجادات، ریڈیو سٹ اور ٹیلی ویژن انسان کے دل و دماغ کی مشینری میں پہلے ہی موجود ہیں۔ خداوند تعالےٰ نے کیسی کیسی عجیب و غریب پوشیدہ طاقتیں انسان میں ودیعت کی ہیں۔ انسان اپنے اندر اثر ڈالنے اور اثر قبول کرنے کی صفات رکھتا ہے۔ ہر ایک انسان اپنے آپ کو گناہوں کی کثافتوں سے پاک صاف رکھ کر ان اندرونی طاقتوں سے پُورا پُورا لطف اُٹھا سکتا ہے

ایثر میں یہ بھی خاصیت ہے کہ ہر خیال کی لہر کا نقش اس کرۂ ایثر میں لامحدود وقت تک اسی طرح قائم و محفوظ رکھتا ہے۔ جس طرح سے کہ آواز اور عکس کی لہروں کے نقوش۔

آٹھواں باب

انسان بطور ریڈیو براڈکاسٹنگ مشین

(۱) شرقپور ضلع لاہور میں میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو پندرہ بیس سال ہوئے وصال پا چکے ہیں۔ بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ انہیں ولی اللہ کا رتبہ حاصل تھا۔ میرے کئی دوست احباب ان کے بڑے معتقد اور روحانیت کے قائل ہیں۔ ان میں اس قدر روحانی طاقت تھی کہ وہ دوسروں کے خیالات آواز اور عکس کی لہریں اس کرۂ ایثر سے پکڑنے کی طاقت رکھتے تھے اور اپنے خیالات کی لہریں دوسروں تک پہنچانے کی طاقت بھی رکھتے تھے۔ گویا ان کے دل و دماغ ٹیلی ویژن ریڈیو سٹ کا کام بھی کرتے تھے اور براڈکاسٹنگ مشین کا بھی۔ جب کبھی کوئی سائل اپنے دل میں کوئی مقصد لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ تو وہ بڑی محبت اور تپاک سے پیش آتے تھے اور سائل ابھی اپنے

مقصد کا اظہار کرنے ہی نہیں پاتا تھا کہ وُہ پہلے ہی اس کا جواب دے دیتے تھے۔ جس مقصد کے لئے سائل حاضر ہوتا تھا۔ وُہ مقصد اُس کا پورا ہو جاتا تھا

ان کے خیال کی لہر میں اس قدر زبردست طاقت تھی اور اس قدر اثر تھا۔ کہ وُہ اپنے خیالات کی لہروں سے ہی اپنے مریدوں کی اصلاح کرتے تھے۔ چنانچہ کئی بدمعاش، عیاش اور شرابی لوگ ان کے خیال کے حلقۂ اثر میں آکر ایسے سُدھرے کہ بدعادات کو چھوڑ کر اور گناہوں کی زندگی ترک کر کے ہمہ تن خداوند تعالےٰ کی محبت میں رنگے گئے اور تہجد گذار بن گئے۔

(۲) موضع وانیوال تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں ایک بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ جنہیں وصال پائے ہُوئے چند سال ہی گذرے ہیں۔ مجھے کئی دفعہ ان کی زیارت کرنے کا شرف حاصل ہُوا۔ چونکہ کم گو تھے اور مجذوبانہ حالت میں رہتے تھے۔ اس لئے علاقہ کے لوگ انہیں مست کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ گاؤں میں دو تین غریب آدمی ایسے تھے جن سے ان کی خاص محبت تھی۔ اور ان سے کبھی کبھی بات چیت کر لیا کرتے تھے۔ روحانیت کے لحاظ سے انہیں ولی اللہ کا رُتبہ حاصل تھا۔ ان میں اس قدر روحانی طاقت تھی کہ وہ دل کی آنکھوں سے دور دراز مقامات کے واقعات اور حالات کا مشاہدہ کر سکتے تھے اور خیال کی لہروں کے ذریعہ دور دراز مقامات میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد بھی کر سکتے تھے۔

ان کی روحانی طاقت کے بارے میں ایک واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس دانیوال سکول کا معائنہ کرنے تشریف لائے۔ جب وُہ سکول کا معائنہ کر رہے تھے تو مست صاحب بھی اتفاق سے سکول کے صحن میں تشریف فرما ہوئے۔ انہیں دیکھ کر انسپکٹر صاحب بھی کمرے سے باہر صحن میں آ گئے اور مست صاحب کو سلام کیا۔

کچھ دیر مست صاحب صحن میں خاموش کھڑے رہے۔ پھر یک لخت آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر چلانے لگے "پکڑو۔ پکڑو"۔ اس طرح چلانے کے بعد پھر خاموش ہو گئے اور سکول کے صحن سے باہر جنگل کی طرف بھاگ گئے۔ انسپکٹر صاحب یہ تمام ماجرا دیکھ کر بڑے حیران ہوئے اور اس کی حقیقت معلوم کرنے کے درپے ہو گئے۔ آخر اس آدمی کے ذریعہ سے جن سے مست صاحب خاص محبت رکھتے تھے۔ مست صاحب سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ جس وقت وُہ سکول کے صحن میں تشریف فرما ہوئے۔ عین اُس وقت لدھیانہ گھنٹہ گھر کے قریب بازیگر اپنے کرتب دکھلا رہا تھا۔ بازیگہ کا لڑکا رسّہ پر سے اچانک نیچے زمین پر گرا اور مست صاحب کی مدد سے چوٹ لگنے سے بال بال بچ گیا۔

انسپکٹر صاحب نے یہ تمام واقعہ، جگہ اور وقت نوٹ کر لیا اور دانیوال سے سیدھے لدھیانہ جا کر اس واقعہ کی تحقیقات کی۔ تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی فلاں دن فلاں وقت لدھیانہ میں گھنٹہ گھر کے قریب بازیگہ اپنے کرتب

دکھلا رہے تھے اور بازیگر کا لڑکا رسّہ پہ سے اچانک نیچے زمین پہ گر پڑا تھا اور چوٹ لگنے سے بال بال بچ گیا تھا۔ اس واقعہ سے لوگ اور زیادہ اُن کی رُوحانیت کے قائل ہو گئے اور دُور دراز مقامات سے لوگ ان کی روحانیت سے فیض حاصل کرنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

اس واقعہ سے ان کی روحانیت کے متعلق دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان کے دل و دماغ ٹیلی ویژن ریڈیو سٹ کا کام کرتے تھے۔ اس وجہ سے لدھیانہ کے بازیگر اور اُن کے کرتبوں کا نظارہ اُن کی دل کی آنکھوں کے سامنے آگیا۔ دُوسری بات یہ کہ ان کے دل و دماغ براڈ کاسٹنگ مشین کا کام بھی کرتے تھے۔ اس وجہ سے اپنے طاقتور خیال کی لہروں کے ذریعہ سے بازیگر کے لڑکے کو خطرے سے بچا لیا اور وُہ چوٹ لگنے سے بال بال بچ گیا۔

(۳) ابو نعیم نے اپنی کتاب دلائل میں عمر بن حارث سے روایت کی ہے کہ جمعہ کے دن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے۔ تو آپ نے اچانک خطبہ ترک کر دیا اور فرمایا۔ اے ساریہ! پہاڑ، دو دفعہ یا تین دفعہ اس کے بعد پھر آپ نے خطبہ دینا شروع کر دیا۔ حاضرین میں سے بعض نے کہا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مجنون ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عوف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تاکہ وُہ تسلّی کریں۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ آپ نے لوگوں کو اپنے متعلق باتیں کرنے کا موقع دے دیا۔ جب آپ خطبہ دے رہے

تھے ۔ تو آپ نے اونچی اونچی پکارنا شروع کر دیا۔ "یا سَارِیَةَ الْجَبَلَ"
اس کا کیا مطلب ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ خدا کی قسم ۔ میں بے اختیار تھا ۔
میں نے مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ ایک پہاڑ پر لڑتے ہوئے دیکھا اور
دشمنوں نے آگے پیچھے سے مسلمانوں کو گھیر رکھا تھا ۔ اس وقت میں بے اختیار
ہو گیا ۔ اور میں نے کہا ۔ اے ساریہ ! پہاڑ ۔ تاکہ وہ پہاڑ کے ساتھ مل جاویں
کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ساریہ کا ایلچی ان کا خط لے کر آیا اور بتایا کہ دشمن جمعہ کے
دن ہمارے بالمقابل ہوئے ۔ ہم نے ان سے لڑائی کی ۔ جب جمعہ کا وقت
آیا ۔ تو ہم نے ایک آواز دینے والے کی آواز کو سنا ۔ جو کہہ رہا تھا ۔
"یَا سَارِیَةَ الْجَبَلَ" اور الفاظ دو تین دفعہ کہے ۔ ہم پہاڑ کی
طرف ہو گئے ۔ اس کے بعد ہم اپنے دشمنوں پر غالب رہے ۔ یہاں تک کہ
خدا تعالیٰ نے ان کو شکست دی اور ان کو تباہ کیا ۔ جن لوگوں نے حضرت
عمرؓ پر جنون کا طعنہ دیا تھا ۔ وہ کہنے لگے کہ اس آدمی کو جانے دو ۔ کیونکہ اس
کی خدا کی طرف سے مدد کی جاتی ہے ۔ "تاریخ الخلفا صفحہ ۸۹، ۹۰ باب فی کراماتہ ۔

نوٹ : ۔ ساریہ جس پہاڑ کے نزدیک لڑ رہے تھے ۔ وہ ملکِ عجم
میں نہاوند کے شہر میں تھا ۔ "تاریخ الخلفا صفحہ ۸۹" ۔

مندرجہ بالا تاریخی واقعہ حضرت عمرؓ کی روحانی طاقت پر روشنی ڈالتا ہے
آپ کے دل و دماغ ٹیلی ویژن ریڈیو سٹ کا کام کرتے تھے ۔ اسی وجہ سے

دورانِ خطبہ میں میدانِ جنگ کا نقشہ اچانک آپ کی دل کی آنکھوں کے سامنے آگیا اور اسی طرح آپ کو معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کی فوج کو دشمنوں کے گھیرے میں آجانے کا خطرہ ہے۔ اسی وقت مسلمانوں کی فوج کو تباہی سے بچانے کی فوری ضرورت محسوس ہوئی اور آپ کے دل و دماغ کی براڈ کاسٹنگ مشین فوراً حرکت میں آئی اور اپنا پیغام " یاسَارِیَۃُ الْجَبَلْ ۔ یاسَارِیَۃُ الْجَبَلْ ۔ یاسَارِیَۃُ الْجَبَلْ "۔ اپنی فوج کو اپنے دل و دماغ کی براڈ کاسٹنگ مشین کے ذریعہ نشر کیا۔ اس روحانی پیغام نے مسلمانوں کو تباہی سے بچا لیا اور آخرکار وہ دشمنوں پر غالب آگئے۔

نواں باب

روحوں کے اعمال کی فلم

میں پہلے باب میں بتا چکا ہوں کہ روح کا اصلی جسم ایثری جسم ہے اور موت کے وقت روح خاکی جسم سے اس ایثری جسم کے ساتھ ہی پرواز کرتی ہے یعنی خارج ہوتی ہے۔ روح کا ایثری جسم بنانے میں خداوند تعالےٰ کی حکمت ہے۔ اس بات کو بخوبی سمجھنے کے لئے آپ اپنے دل میں ایثر کے خواص دہرائیں ایثر میں یہ خواص ہیں کہ نہ صرف وہ آواز، عکس اور خیال کی لہروں کو تار کے بغیر نہایت تیز رفتاری کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقامات تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ بلکہ ساتھ ہی ساتھ ان لہروں کے نقوش کرۂ ایثر میں لامحدود وقت تک قائم اور محفوظ رکھتا ہے۔

روح کا اصلی جسم چونکہ ایثر کا بنا ہوا ہے۔ اس لئے ایثر کے یہ خواص روح

کے ایثری جسم میں بھی پائے جاتے ہیں۔ پیدائش سے موت تک انسان کی ہر آواز ہر عکس اور ہر خیال کے نقوش لمحہ بہ لمحہ اس ایثری جسم میں ہی لامحدود وقت تک قائم اور محفوظ ہوتے رہتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے :-

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝ (سورہ قٓ)

"وہ کوئی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان تیار ہوتا ہے"

انسان کا ایثری جسم ہی اس کا نگہبان ہے جو اس کے تمام نیک بد اعمال کے نقوش لمحہ بہ لمحہ محفوظ کرتا رہتا ہے۔ قرآن حکیم میں ایک اور جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے :-

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ ۝ (سورہ یٰسٓ)

"بے شک ہم ہی مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ہم لکھتے رہتے ہیں جو عمل وہ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے آثار یا نشان (یعنی نقوش بھی)۔ اور ہر ایک چیز کو ہم ایک بیان کر دینے والی کتاب یعنی کتاب واضح میں محفوظ کر لیتے ہیں۔"

انسان کا ایثری جسم ہی کتاب واضح ہے۔ جس پر اس کے تمام نیک و بد اعمال کے نقوش لمحہ بہ لمحہ محفوظ ہوتے رہتے ہیں اور قیامت کے دن جس کو یوم البعث بھی کہا جاتا ہے اور یوم الحساب بھی خداوند تعالیٰ تمام مردوں کو زندہ

کر دے گا اور ہر ایک نفس کا ایثری جسم اس کے نیک و بد اعمال کی فلم خداوند تعالیٰ کے حضور میں پیش کر دیگا۔ قرآن حکیم میں ان تمام ایثری لباس میں موجودہ نفوس کو "خلقِ جدید" کہا گیا ہے۔

انسان جو بھلے یا برے الفاظ منہ سے بولتا ہے۔ جو حرکات و سکنات اپنے ہاتھ پاؤں، آنکھ، منہ اور جسم کے دیگر تمام اعضا کے ذریعہ کرتا ہے اور جو نیک و بد خیالات اپنے دل میں لاتا ہے۔ ان تمام کے نقوش لمحہ بہ لمحہ اس کی روح کے ایثری جسم میں لامحدود وقت تک محفوظ اور قائم ہوتے رہتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر یہ ایثری جسم ایک نہایت ہی اعلیٰ قسم کا نازک کیمرہ ہے۔ جس کی ایثری پلیٹ پر یہ تمام نقوش لمحہ بہ لمحہ قائم اور محفوظ ہوتے رہتے ہیں۔ یہ کیمرہ دنیادی کیمرے سے اس لحاظ سے بالکل نرالا ہے کہ اس کی ایثری فوٹو گراف پلیٹ پر خیال ایسی نازک اور لطیف چیز کی لہروں کے نقوش بھی قائم اور محفوظ ہوتے رہتے ہیں اور اس طرح یہ کیمرہ چوبیس گھنٹے خود بخود کام کرتا رہتا ہے اور انسان کے تمام اقوال، افعال اور خیالات کی مکمل فلم تیار کرتا رہتا ہے یعنی روح کا یہ ایثری جسم اس کا مکمل اعمالنامہ ہے۔ قرآن حکیم میں اس اعمالنامہ کو "کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ" کہا گیا ہے۔ ہر ایک روح اس خاکی جسم سے پرواز کرنے کے بعد یہ اعمالنامہ اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔ اور موت کے فوراً بعد اس اعمالنامہ کے مطابق روح کی جزا اور سزا کا سلسلہ خود بخود شروع ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو۔ دنیادی سزا کے مقابلہ میں موت کے بعد کی سزا بہت زیادہ سخت ہے۔

ہر انسان کو ہر وقت یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اس کا کوئی گناہ، برا فعل، برا قول، یا برا خیال اس کے اعمالنامہ کی فلم میں ریکارڈ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ خداوند تعالیٰ کے قہر سے ہر وقت ڈرنا چاہیئے اور اُس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور موت کے بعد عذاب الیم سے بچنے کے لئے ہر وقت اپنے آپ کو گناہوں اور برے اعمال کی کثافتوں سے پاک صاف رکھنے کی انتہائی کوشش کرنی چاہیئے۔ ورنہ خداوند تعالیٰ کے عذاب کی گرفت کڑی ہے اور دُنیا کے عذاب کے مقابلہ میں موت کے بعد کا عذاب بہت سخت ہے۔ خدائے غفور حلیم ہر انسان کو نیکی کی توفیق دے اور اس عذاب سے بچائے۔ آمین۔

ہر انسان کو روح کے اعمالنامہ کی اس کہانی سے سبق حاصل کرنا چاہیئے اور ہر وقت نیک بننے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

روح اور کراماً کاتبین

قرآن پاک میں کراماً کاتبین کا ذکر آتا ہے۔ یہ دو فرشتے ہیں۔ ان دو میں سے ایک فرشتہ انسان کے دائیں پہلو رہتا ہے اور لمحہ بہ لمحہ اس کے تمام نیک اعمال شب و روز اندراج کرتا رہتا ہے۔ دوسرا فرشتہ انسان کے بائیں پہلو رہتا ہے اور لمحہ بہ لمحہ اُس کے تمام گناہوں اور برے اعمال کا اندراج کرتا رہتا ہے۔ مگر قرآن پاک میں کراماً کاتبین یعنی "معزز لکھنے والے" سے مراد قلم اور دوات سے لکھنے والے نہیں بلکہ انسانی اعمال کے حفاظت کرنے والے یا محفوظ رکھنے والے ہیں۔

درحقیقت ہر ایک روح کا اثیری جسم ہی کراماً کاتبین کا کام کرتا رہتا ہے یعنی اس کے تمام نیک اعمال کے نقوش لمحہ بہ لمحہ روح کے اثیری جسم کے دائیں حصّہ پر خود بخود قائم اور محفوظ ہوتے رہتے ہیں۔ اور اُس کے تمام گناہوں اور بُرے اعمال کے نقوش لمحہ بہ لمحہ روح کے اثیری جسم کے بائیں حصّہ پر خود بخود قائم اور محفوظ ہوتے رہتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ روح کے اعمال نامہ کی نسبت قرآن پاک کی آیت ذیل میں فرماتا ہے۔

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ	ہر ایک انسان کے عمل کو ہم نے اس کے
فِیْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ	ساتھ لگا دیا ہے اور قیامت کے دن
یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰهُ	ایک کتاب ہم اس کے لئے نکال دیں گے
مَنْشُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل ۱/۱۳)	جسے وہ کھلا ہوا پائیں گے۔

اس آیت شریفہ میں اعمالِ خیر و شر اور ان کے نتائج کا ایک نہایت پُر حکمت فلسفہ بیان کیا ہے۔ اوّل تو عمل کے لئے استعارہ کے طور پر لفظ "طائر" استعمال کیا ہے۔ کیونکہ ہر ایک عمل نیک ہو یا بد وقوع پذیر ہونے کے بعد پرند کی طرح پرواز کر جاتا ہے۔ پھر انسان کا اس پر کوئی اختیار نہیں رہتا۔ لیکن ایک طرف اگر وہ عمل ہاتھ سے نکل گیا تو دوسری طرف اس کا نتیجہ انسان کی گردن میں باندھ دیا جاتا ہے، یعنی اس کے گلے کا ہار بنا دیا جاتا ہے۔ جو اس سے الگ نہیں ہو سکتا۔

عمل کا اُڑ جانا اور اس کے نتیجہ کا انسان کے لازمِ حال ہو جانا یہ دونوں حقیقتیں

جن سے اکثر لوگ بے خبر ہیں۔ وہ عمل کرتے وقت اس قدر لاپروائی برتتے ہیں کہ گویا سب کچھ ان کے اپنے قبضۂ قدرت میں ہے۔ بہتیرے ہیں جو کہتے ہیں۔ یہ کام کر لیں۔ پھر توبہ کر لیں گے۔ وہ نہیں جانتے کہ جو عمل ہو گیا۔ وہ پھر ہاتھ نہیں آتا اور بہتیرے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ عمل کا نتیجہ کوئی شے نہیں۔ اس لئے کہ انہیں اس دنیا میں کھلم کھلا نتیجہ ہر عمل کا نظر نہیں آتا۔ بے شک، وہ نتیجہ کھلم کھلا یہاں نظر نہیں آتا۔ مگر قیامت کے دن وہ ایک کھلی کتاب کی صورت میں ہو گا۔ یعنی وہ پردے جو اب انسان کو اسے دیکھنے نہیں دیتے۔ اس وقت اٹھ جائیں گے اور اس کو نئے حواس مل جائیں گے۔ جن سے وہ اس قابل ہو جائے گا کہ اپنے اعمال کے لطیف نقوش دیکھ لے۔ جو ان ظاہری حواس سے مخفی ہیں۔

خدا تعالیٰ نے قرآن حکیم میں متعدد جگہ انسان کے اعمال نامہ کے متعلق فرمایا ہے :۔

هَذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ط إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥	یہ ہماری کتاب (انسان کا اعمال نامہ) تمہارے بارے میں حق کے ساتھ بولتی ہے۔ ہم لکھ لیتے تھے جو کچھ تم عمل کرتے تھے۔

(جاثیہ ۲۹/۴۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حشر کے دن نامۂ اعمال (انسان کے نامۂ اعمال) کو گویائی دی جائے گی۔ یعنی بغیر پڑھنے کے ہی وہ بتا دے گا کہ کیا عمل ہیں۔

سورۂ حٰم سجدہ ۲۰/۴۱ میں فرمایا:-

شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

اُن کے کان اور اُن کی آنکھیں اور ان کے جسم ان کے خلاف اس کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔

سورۂ نور ۲۴/۲۴ میں فرمایا:-

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

جس دن ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف اس کی گواہی دیں گے جو وہ عمل کرتے تھے اُس دن اللہ انہیں ٹھیک ٹھیک بدلہ پورا پورا دے گا۔

سورہ الکھف ۴۹/۱۸ میں فرمایا:-

وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا ۚ وَ

اور کتاب رکھی جائے گی تو تو مجرموں کو اس سے جو اس میں ہے ڈرتے ہوئے دیکھے گا اور وہ کہیں گے۔ ہائے ہم پر افسوس یہ کیسی ہے کہ نہ چھوٹی بات کو پیچھے چھوڑتی ہے اور نہ بڑی کو مگر اسے محفوظ کر لیا ہے اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا

وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ط وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ہ
موجود پائیں گے۔ اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

گویا نتیجہ ہر عمل کا تو یہیں سے اس کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ ہاں قیامت میں وہ اس نتیجہ کو کھلا کھلا دیکھ لے گا۔ اس لئے اس کے بعد ہی خداوند تعالےٰ قرآنِ حکیم میں آیت ذیل کے اندر فرماتا ہے:۔

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ہ (بنی اسرائیل ۱۷/۱۴)
آج کسی اور حساب کرنے والے کی ضرورت نہیں۔ تیرا اپنا ہی نفس تجھ پر حساب کے لئے کافی ہے۔

مندرجہ بالا آیات سے یہ قرآنی اصول واضح ہو جاتا ہے کہ ہر ایک عمل پوشیدہ طور پر اپنے نقوش روح کے اثیری جسم پر جما تا رہتا ہے۔ بلکہ اس کے نقوش دل پر، منہ پر، آنکھوں پر، ہاتھوں پر، پیروں پر، غرضیکہ جسم کے ہر حصّہ پر لکھے جاتے ہیں اور یہی پوشیدہ طور پر ایک اعمالنامہ ہے جو دوسری زندگی میں کھلے طور پر ظاہر ہو جائے گا۔ قرآن پاک میں اس اعمال نامہ کو "کتاب منشور" کہا گیا ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ وہ ہر جگہ سے کھلی ہے اور سب کا سب جو اس میں لکھا ہے۔ ایک نظر میں نظر آ جاتا ہے۔ کتاب اس لحاظ سے ہے۔ کہ اس میں اعمال محفوظ ہیں اور منشور اس لحاظ سے ہے کہ ان اعمال کے نقوش صاف صاف نظر آتے ہیں۔ کتاب سے مراد اس قسم کے کاغذ نہیں جو ہمارے ان قلموں اور

سیاہی سے لکھے جاتے ہیں۔ کہ اماً کاتبین ان قلموں اور دواتوں اور ان کاغذوں پہ نہیں لکھتے۔

مندرجہ بالا آیت نمبر ۲ اس بات پہ روشنی ڈالتی ہے کہ انسان کے محاسبہ کے لئے اس کا اپنا نفس ہی قیامت کے دن کافی ہوگا۔ یعنی نفس کی حالت ہی خود سب کچھ ظاہر کر دے گی۔ اس دن اعمال کی جزا و سزا کھلی کھلی نظر آجائیگی۔ ہدایت اختیار کرنے والا اپنے اعمال کا اچھا نتیجہ اپنے آپ میں دیکھ لے گا اور گمراہ اپنی گمراہی کا بُرا نتیجہ اپنے اندر دیکھ لے گا، گویا ہر ایک کو وہ کھلا نتیجہ جس کا ذکر اوپر تھا یعنی وہ کتاب منشور اپنے نفس میں ہی اسے نظر آجائیگی۔ اس نتیجہ کا تعلق نفسِ انسانی سے ایسا ہے کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی دوسرا انسان اسے اپنے ذمہ لے کر عمل کرنے والے کو چھڑا دے۔ یہ قانونِ جزا و سزا اٹل ہے اور دُنیا کے تمام مذاہب اعمال کی جزا و سزا میں متفق ہیں۔ یہی اسلام کا اصل الاصول ہے۔

دسواں باب

جسمِ خاکی سے رُوح کی پرواز یعنی موت

موت کیا ہے؟ رُوح یعنی نفس انسانی یا نفس ناطقہ کی جسم مادی سے مفارقت جس طرح مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ سے جو اس کی ضد ہے۔ داخل نہ ہو اور بچہ رحم میں ایک عرصہ تک رہ کر پرورش نہ پائے۔ اس کے تمام قویٰ اور اعضا نشو و نما نہیں پاتے۔ اسی طرح جسم انسانی نفس کے لئے بطور ایک رحم کے ہے۔ اس جسمِ انسانی میں نفسِ انسانی اور جذباتِ حیوانی کا مرکب بچہ اپنے علم اور عمل سے پرورش پاتا ہے۔ عمل کے لئے علم ضروری ہے اور علم کے لیے حواس اور ادراک یعنی عقلِ حیوانی کی ضرورت ہے، اور ایک خاص وقت تک جسم انسانی میں پرورش پاکر اور اپنی ایک نئی باطنی ہستی بنا کر جسم مادی کی موت پر عالمِ روحانی میں متولد ہوتا ہے۔ بالفاظِ دیگر قرآنِ حکیم کی رُو سے نفسِ انسانی جو ایک نطفہ نور ہے۔

جذبات حیوانی سے جو ایک نطفۂ ظلمت ہے مل کر اور جسم انسانی میں علم و عمل سے ایک وقت خاص تک پرورش پاکر عالمِ روحانی میں متولد ہوتا ہے۔

اس کی مثال ایک ٹڈی کے بچہ کی سی ہے۔ جس طرح ٹڈی کا بچہ اپنے ظاہری خول میں سے نکل کر اور اسے زمین پر چھوڑ کر اڑ جاتا ہے۔ اسی طرح نفسِ انسانی اپنے باطنی و روحانی جسم یعنی ایثری جسم کے ساتھ اپنے ظاہری مادی جسم کو چھوڑ کر اڑ جاتا ہے۔ چونکہ انسان کی یہ نئی ہستی مادی نہیں ہوتی بلکہ روحانی ہوتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے لئے اپنے حسبِ حال دوسرا عالم تلاش کرے۔ جو روحانی ہو۔ اس کے لئے روحانی عالم ایسا ہی ضروری ہے جیسے مچھلی کے لئے پانی۔

جب روح یا نفسِ انسانی اپنے ایثری جسم میں اس مادی جسم سے پرواز کر جاتی ہے۔ تو اس دنیا کے لوگوں کی نظروں میں تو انسان مر جاتا ہے۔ مگر عالمِ ارواح کی دنیا میں اس کی پیدائش ہوتی ہے۔

ہر زمانہ میں دنیا کے ہر حصّہ میں ایسے روحانی بزرگ پائے جاتے ہیں۔ جو روحوں کو ان کے ایثری اجسام میں اپنی روحانی طاقت کی وجہ سے اسی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ جس طرح ہم ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ وہ روحوں سے اسی طرح بات چیت کر سکتے ہیں۔ جس طرح ہم ایک دوسرے سے بات چیت کر سکتے ہیں۔ ان میں اتنی روحانی طاقت ہوتی ہے کہ وہ انسان کی موت کے وقت روح

کو جسم خاکی سے پرواز کرتے بھی دیکھ سکتے ہیں۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ اس خاکی جسم سے روح اپنے ایثری جسم کے ساتھ پرواز کرتی ہے۔ ان روحانی بزرگوں کے ذاتی مشاہدات کے مطابق روح مندرجہ ذیل طریقہ سے انسان کے خاکی جسم سے پرواز کرتی ہے یا خارج ہوتی ہے۔

جس وقت کسی انسان کی موت شروع ہو جاتی ہے۔ یعنی وُہ مرنے لگتا ہے۔ تو سب سے پہلے اس کے ہاتھ اور پاؤں بالکل ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں اور اسی وقت اس انسان کے سر پر ایک سفید روشن گولا گھومنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ سفید گولا اس ایثر کا بنا ہُوا ہوتا ہے۔ جو ایثر اس کے ہاتھ اور پاؤں سے خارج ہُوا ہے۔ اس کے بعد اس انسان کا خاکی جسم بتدریج گھٹنوں اور کمر۔ کہنیوں اور کندھوں تک ٹھنڈا پڑتا جاتا ہے۔ یعنی خاکی جسم کے یہ حصّے مُردہ ہو جاتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر جسم کے ان حصّوں سے ایثر خارج ہو جاتا ہے اور وُہ سفید گولا لمبوتری شکل اختیار کرتا ہُوا بڑا ہوتا چلا جاتا ہے اور بدستور سر کے اُوپر گھومتا رہتا ہے۔ جوں جوں خاکی جسم کے باقی حصّے ٹھنڈے پڑتے جاتے ہیں۔ یعنی وہ مُردہ ہوتے جاتے ہیں۔ یعنی ان مُردہ حصّوں سے ایثر خارج ہوتا جاتا ہے۔ توں توں وُہ سفید لمبوتری شکل انسانی شکل وصورت اختیار کرتی جاتی ہے اور سر کے اُوپر بدستور گھومتی رہتی ہے۔ حتّٰی کہ اس کا تمام جسم مکمل طور پر ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ یعنی مُردہ ہو جاتا ہے اور وُہ سر پر گھومنے والا سفید انسانی ڈھانچہ ہو بہو اس انسان کی شکل د

صورت اختیار کر لیتا ہے۔ یہی اس انسان کی روح کا مکمل اثیری جسم ہے جو خاکی جسم سے بتدریج خارج ہوا ہے۔ اگرچہ خاکی جسم سے روح کا اثیری جسم خارج ہو گیا۔ مگر ابھی تک اس انسان کی موت مکمل طور پر وقوع پذیر نہیں ہوئی اور سر پر گھومنے والا اس کا سفید گولا یعنی اثیری جسم ابھی تک بے جان یعنی روح کے بغیر ہے۔ موت کے اس مرحلہ پر اس انسان کے عزیز و اقارب عموماً خیال کرتے ہیں کہ وہ مر گیا ہے یعنی اس کی روح خاکی جسم سے پرواز کر گئی ہے اور وہ ہمیشہ کے لئے ان سے جدا ہو گیا ہے۔ اس کے عزیز و اقارب پر مایوسی کا عالم طاری ہو جاتا ہے اور وہ رونے پیٹنے لگ جاتے ہیں اور اس کی تجہیز و تکفین کی تیاری کر کے اس کے جنازہ کو دفنانے یا جلانے یا دریا و سمندر میں بہانے کے لئے لے جاتے ہیں۔ فی الحقیقت ابھی تک اس کی موت واقع نہیں ہوئی اور ابھی اس کے زندہ رہنے کے امکانات باقی ہیں۔ ابھی تک اس کے دماغ سے وہ پوشیدہ طاقت جس کو ہم روح کہتے ہیں۔ خارج ہو کر اثیری جسم میں داخل نہیں ہوئی اور ابھی اس کی زندگی کے آثار باقی ہیں مگر دوسرے لوگ جو عموماً مندرجہ بالا نکتہ سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اپنے اپنے عقائد کے مطابق اس کے جنازہ کو ٹھکانے لگانے کے لئے لے جاتے ہیں۔ موت کے اس مرحلہ پر بعض اوقات نہایت عجیب و غریب اور دلچسپ واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جو شاید آپ کے مشاہدہ میں بھی آئے ہوں یا دوسرے لوگوں سے سُنے ہوں۔

لوگ جنازہ ٹھکانے لگانے کے واسطے لئے جارہے ہیں اور مُردہ اُٹھ کر بیٹھ جاتا ہے اور چیختا چلاتا ہے کہ میں تو زندہ ہوں۔ مجھے کہاں لئے جارہے ہو یہ حالت دیکھ کر لوگ حیران رہ جاتے ہیں کہ ہیں مُردہ دوبارہ کیسے زندہ ہو گیا۔ بعض لوگ تو دہشت زدہ ہو کر بھاگ جاتے ہیں اور چلاتے ہیں کہ جن بھوت آگیا۔ ہمیں بچاؤ۔ اس کے عزیز و اقارب اسے اپنے گھر واپس لے آتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں اور وہ شخص اس دُنیا میں کچھ عرصہ اور رہ کر اپنی زندگی گذارتا ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مُردہ کو جلانے کے لئے چتا پر رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ آگ لگانے کے قریب ہی ہوتے ہیں۔ یا بعض اوقات آگ بھی لگانا شروع کر دیتے ہیں کہ مُردہ چیخنے چلانے لگ جاتا ہے کہ مجھے نہ جلاؤ۔ میں تو زندہ ہوں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مُردہ کو لحد میں اُتار دیتے ہیں اور دفنا کر واپس آنے کے قریب ہی ہوتے ہیں کہ قبر پھٹ جاتی ہے جب دوبارہ قبر کھول کر دیکھتے ہیں تو مردہ کو زندہ پاتے ہیں اور قبر سے نکال کر گھر واپس لاتے ہیں۔

بعض اوقات ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک حاملہ عورت لوگوں کے خیال کے مطابق مر جاتی ہے اور قبرستان لے جا کر اس کو دفنا دیتے ہیں جب مردہ کو دفنا کر وہ واپس جا رہے ہوتے ہیں تو پیچھے سے کوئی آدمی بھاگا بھاگا آتا ہے اور بتاتا ہے کہ قبر پھٹ گئی ہے اور اس کے اندر سے بچّہ کے رونے کی

آواز آرہی ہے۔ لوگ واپس جاکر جب دوبارہ قبر کو کھودتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک زندہ بچہ اپنی مردہ ماں کے قریب لیٹا ہوا ہے۔ وہ اسے قبر سے باہر نکالتے ہیں اور پرورش کے لئے گھر لے آتے ہیں۔

"مُردہ زندہ ہوگیا"

پیرس۔ ۱۷ فروری ۱۹۵۱ء مغربی فرانس کے ایک کسان جین برٹن کو نوّے سال کی عمر میں بہترین کپڑے پہنا کر دفن کرنے کے لئے تیار کیا گیا ڈاکٹروں نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ مردہ ہے۔ اس کے تمام رشتہ داروں کو اس کی موت کی خبر کر دی گئی۔ سب رشتہ دار کھانا کھا رہے تھے کہ بوڑھا کسان کمرے میں آگیا اور کہا "تم میرے بغیر کیوں کھانا کھا رہے ہو" اس بوڑھے کسان کی بہو بے ہوش ہو گئی اور دیگر رشتہ دار چیختے ہوئے باہر آگئے۔ لیکن اس کے بعد تمام خاندان میں بہت خوشی منائی گئی۔ لیکن یہ خوشی بہت کم عرصہ رہی ایک گھنٹہ کے بعد کسان پھر بستر مرگ پر لیٹ گیا اور اس مرتبہ وہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا۔ (اسٹار)

ان مندرجہ بالا واقعات کو پڑھ کر آپ بھی حیران ہوتے ہوں گے کہ وہ مردے کیسے دوبارہ زندہ ہو گئے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ فی الحقیقت ابھی اس انسان کی موت مکمل طور پہ واقع نہیں ہوئی تھی۔ کہ لوگ اسے مُردہ سمجھ کر ٹھکانے لگانے کے لئے لے گئے۔ اس کے دماغ میں سے ابھی تک

وہ طاقت جسے ہم روح کہتے ہیں۔ خارج نہیں ہوئی تھی۔ روح کا ایثری جسم جو مکمل طور پر خارج ہو چکا تھا۔ دوبارہ اس کے خاکی جسم کے اندر حلول کر آتا ہے اور وہ انسان دوبارہ ہوش وحواس میں آجاتا ہے۔ یعنی زندہ ہو جاتا ہے اور کچھ عرصہ اور زندہ رہ کر اس دنیا سے کوچ کر جاتا ہے۔

موت کا یہ آخری مرحلہ ایک نہایت ہی نازک دور ہے۔ اگرچہ انسان کے خاکی جسم سے روح اس ایثری جسم کے ساتھ پرواز کر جاتی ہے اور تمام خاکی جسم مردہ ہو جاتا ہے۔ مگر اس انسان کی موت ابھی تک نامکمل ہے اور روح کا خارج شدہ ایثری جسم بالکل بے جان ہے۔ جب تک کہ روح اپنا آخری رشتہ اس خاکی جسم سے منقطع کر کے اور اپنے آخری مقام یعنی دماغ کو الوداع کہہ کر اپنے اصلی جسم یعنی ایثری جسم میں حلول نہ کر چکے۔

جس وقت روح دماغ سے تعلق منقطع کر کے ایثری جسم میں داخل ہوتی ہے۔ فوراً اسی وقت انسان کی مکمل موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس سے پہلے ہرگز ہرگز مکمل موت واقع نہیں ہوتی۔ جب موت کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ تو انسان کے عزیز و اقارب اس کی جدائی کے غم میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہاں پر اس بات کی وضاحت نہایت ضروری ہے کہ مرحوم کے عزیز و اقارب کو اس کی مکمل موت کے متعلق پوری پوری تسلی کرنے کے بعد تجہیز و تکفین کا

انتظام کرنا چاہیئے۔ مکمل موت سے پہلے زندگی کی امید باقی رہتی ہے۔ احتیاطاً مردہ کو ٹھکانے لگانے کے لئے کافی وقت انتظار کرنا چاہیئے۔

دوسری طرف انسان کی موت کے فوراً بعد رُوح اپنے ایثری جسم کے ساتھ اس کرۂ ایثر میں پیدا ہوتی ہے یعنی داخل ہو جاتی ہے۔ یہی کرۂ ایثر "روحوں کی دُنیا" ہے۔ بالفاظ دیگر رُوح اس روحوں کی دُنیا میں پیدا ہوتی ہے اور دوسری روحیں خاص کر اس کے عزیز و اقارب کی رُوحیں جو آگے ہی اس رُوحوں کی دنیا میں پہنچ چکی ہیں۔ اس نئی رُوح کی پیدائش پر خوشیاں مناتی ہیں۔ اور اس کا پُرتپاک استقبال کرتی ہیں۔ رُوحوں کی دُنیا کی یہ پہلی منزل ہے۔ جہاں پر رُوح اپنے ایثری جسم کے ساتھ پیدا ہوتی ہے۔ اگلے باب میں اس "روحوں کی دُنیا" پر پوری وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی جائے گی۔

گیارھواں باب

رُوحوں کی دُنیا

قرآن حکیم کی رُوح سے بعث بعد الموت خلق جدید ہے۔ یہی زندگی نہیں عالمِ ارواح میں انسان کی اس پیدائش کو قرآن حکیم میں خلق جدید کہا گیا ہے۔ یہی مادی جسم پھر نہیں بنے گا۔ بلکہ وہ ایک نئی پیدائش ہو گی اور اس نئی پیدائش میں رُوح یا نفس کا جسم ایثری جسم ہو گا۔ جس پر اس کے اعمال کے نقوش ہوں گے لہٰذا جب اس دُنیا میں کسی انسان کی مکمل موت واقع ہو جاتی ہے تو اس کی رُوح اپنے ایثری جسم کے ساتھ کرۂ ایثر میں داخل ہوتی ہے۔ اس کرۂ ایثر کو رُوحوں کی دُنیا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسے ایثری دُنیا بھی کہتے ہیں۔ جونہی کہ یہ رُوح اس ارواحوں کی دُنیا میں داخل ہوتی ہے۔ دُوسری ارواح جو اس سے پہلے ہی اس دُنیا میں پہنچ چکی ہیں۔ اس کا استقبال کرتی ہیں اور خوشیاں مناتی ہیں خاص کر

اس رُوح کے عزیز و اقارب کی رُوحیں جو وہاں پہلے ہی موجود ہوتی ہیں۔ اس رُوح کا پرتپاک استقبال کرتی ہیں اور بہت خوشیاں مناتی ہیں۔ وہ بڑی خوش ہوتی ہیں کہ ان کے عزیز کی رُوح سے ان کا ملاپ ہو گیا اور روحوں کی دُنیا میں ان کا ایک اور ساتھی بن گیا۔ رُوحانی دنیا کی رُوحیں اپنے دنیاوی عزیزوں کی رُوحوں کا بڑی بے صبری سے انتظار کرتی رہتی ہیں۔ وہ اس جستجو میں رہتی ہیں۔ کہ وہ اپنے دنیوی عزیز و اقارب کی رُوحوں سے کسی نہ کسی طرح بات چیت کر سکیں، اور ان سے میل ملاپ کر سکیں، نیز وہ تازہ رُوح جو اس مادی دنیا کو چھوڑ کر اس نئی دنیا میں آتی ہے، ہر گز ہر گز اس مادی دنیا میں واپس آنا پسند نہیں کرتی۔ اگرچہ دل سے چاہتی ہے کہ میں کسی نہ کسی طرح اپنے دنیاوی عزیز و اقارب سے ملوں۔ وہ اس خاکی جسم سے پرواز کرنے کے بعد کافی عرصہ تک اسی دنیاوی مکان میں آتی جاتی رہتی ہے، جسے وہ پیچھے چھوڑ کر گئی تھی، اور اپنے عزیز و اقارب کے قریب قریب رہتی ہے۔

جب تک وہ روح اس مادی دنیا میں رہی۔ اپنے آپ کو قید میں محسوس کرتی تھی۔ جب اس خاکی جسم سے پرواز کر کے وہ اس روحوں کی دنیا کی پہلی منزل میں داخل ہوئی۔ تو وہ اس روحانی دنیا میں آزادی حاصل کر کے بڑی خوش ہوئی۔

روح اور مسئلہ تناسخ

کوئی روح بھی جو اس روحانی دنیا میں پیدا ہوتی ہے اپنے خاکی جسم میں دوبارہ واپس آنا ہرگز ہرگز پسند نہیں کرتی۔ اس سے مسئلہ تناسخ باطل ہو جاتا ہے۔ مسئلہ تناسخ کے ماننے والے اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ ایک روح اپنے خاکی جسم سے خارج ہو کر اپنے اعمال کے لحاظ سے دوسرے مادی جسم میں چلی جاتی ہے، خواہ وہ مادی جسم انسان کا ہو یا حیوان کا۔

قانونِ ارتقا کے مطابق جو چیز ایک حالت سے ترقی کر کے دوسری حالت میں چلی گئی۔ وہ پھر واپس اسی ادنیٰ حالت میں نہیں آسکتی، حیوان سے ترقی کر کے جب انسان بنا تو قانونِ ارتقا کے یہ خلاف ہے کہ انسان سے تنزل کر کے پھر حیوان بنے۔ جب انسان کی ہستی مادی ہستی سے ترقی کر کے روحانی بن گئی، تو پھر سلسلہ ارتقا کے قانون کے خلاف ہے، کہ وہ لوٹ کر پھر علائق مادی اختیار کرے۔ علاوہ ازیں نفسِ انسانی عالم نور کا ایک ذرہ ہے اور اس کی ہستی سب سے پہلے ارتقا کی جس منزل میں نظر آتی ہے، وہ انسان ہے، اس سے پہلے سلسلۂ ارتقاء کی کسی کڑی میں بھی خود شناسی اور خود اختیاری علم اور عمل کی صفت نظر نہیں آتی۔ پس کسی حیوان کے اندر نفسِ انسانی کا وجود ماننا جیسا کہ اہلِ تناسخ کا خیال ہے۔ کمال درجہ کی نادانی اور حماقت ہے اور صریح مشاہدہ کے خلاف ہے، عالم ظلمت اور عالم نور کے ملنے کی پہلی منزل انسان ہے۔

اس سے قبل دونوں مل نہیں سکتے۔ کیونکہ عالمِ ظلمت میں عالمِ نور کے ملنے کی استعداد پیدا نہیں ہوتی جب تک ترقی کر کے دماغ انسانی کے مقام تک نہ پہنچ جائے، پس نفسِ انسانی کا تعلق اگر ہو سکتا ہے تو جسم انسانی سے ہو سکتا ہے جسم حیوانی سے اس کا تعلق ناممکن ہے۔

سائنس کی جدید ترین تحقیقات کے بموجب یہ کرۂ اثیر یا روحوں کی دنیا اثیر کی لطافت کے لحاظ سے درجہ بدرجہ سات منازل یا سات آسمانوں میں تقسیم ہے یہ سات آسمان یا سبع السموات وہی ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے اور علمائے ہیئت کی تحقیقات کے مطابق بھی آسمان کے سات طبقے ہیں، انہی سات آسمانوں میں سے ہر ایک روح کو گذرنا پڑتا ہے، انہی سات آسمانوں میں سے گذرتے وقت ہر ایک روح اپنے گناہوں اور برے اعمال کی سزا بھگتتی ہے اور جب اس کے اثیری جسم سے گناہوں اور برے اعمال کی کثافتوں کے نقوش سزا بھگتنے کے بعد بالکل مٹتے جاتے ہیں تو وہ روح آخر کار نجات حاصل کرتی ہے اور بہشتی زندگی میں داخل ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر ہر ایک روح کو بہشتی زندگی میں داخل ہونے سے پہلے دوزخ میں سے گذرنا پڑتا ہے۔

قرآن حکیم میں سبع سموات کے متعلق بار بار ذکر آتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَوَاقِعٌ ۝ اور جزا اور سزا ضرور آ کر رہے گی۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝ (سورہ الذّاریٰت ۷/۵۱)

اور راستوں والا آسمان گواہ ہے۔

۲۔ ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۝ (البقرۃ ۲۹/۲)

پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔ تو انہیں ٹھیک سات آسمان بنایا۔

۳۔ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ۝ (المؤمنون ۱۵-۱۷/۲۳)

پھر تم اُس کے بعد یقیناً مرنے والے ہو۔ پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔ اور ہم نے تمہارے اوپر سات رستے (سَبْعَ طَرَآئِقَ) بنائے اور ہم مخلوق سے بے خبر نہیں۔

۴۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۖ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ۝ (التحریم ۱۲/۶۶)

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور زمین سے انہیں کی مانند ان کے درمیان حکم نازل ہوتا ہے۔ تا کہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور کہ اللہ نے ہر چیز کا (اپنے) علم سے احاطہ کر رکھا ہے۔

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے سات آسمان بنائے۔ آسمان

کے سات رستے (طرائق) یا طبقے بنائے ہیں، جن میں سے انسان کی موت کے بعد اس کی روح کو اپنی جزا و سزا کے لئے گذرنا پڑتا ہے اور خداوند تعالیٰ ان آسمانوں میں جو مخلوق ہے۔ اس کی بھی خبر گیری فرماتا ہے، کیونکہ خداوند تعالیٰ کی مخلوق اور اس کا حکم اور اس کی قضا ہر آسمان اور ہر زمین میں ہے۔

ارض زمین کو کہتے ہیں اور سما آسمان کو۔ ہر ایک چیز کے نیچے کے حصّہ کو اس کی ارض کہہ دیا جاتا ہے اور ہر چیز کے اوپر کے حصّہ کو اس کا سما کہہ دیا جاتا ہے۔

قرآن حکیم میں ایک جگہ فرمایا ہے:-

ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ ۔ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِي كُلِّ سَمَاءٍ اَمْرَهَا ط وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ق (حم سجدہ ۱۲-۱۱/۱۴)	پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور وہ دھواں ہے سات آسمان دو دن میں بنائے اور ہر آسمان میں اس کا امر وحی کیا اور ہم نے دُنیا کے آسمان کو ستاروں سے زینت دی۔

لغت میں محض بلندی کا نام سما ہے۔ اس لئے جو چیز زمین سے اوپر ہم کو نظر آتی ہے، وہ سما ہے اور وہ دخان یعنی دھواں کی شکل ہے بس سما کوئی ٹھوس چیز نہیں، بلکہ محض ایک دخان ہے اور سائنسدان اس کو ایتھر کہتے ہیں، ستارے اور سیارے اس میں گھوم رہے ہیں اور سائنس دانوں

کی تحقیقات کے مطابق اس سما کے سات طبقے یا منازل ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر واقع ہیں۔ عام طور پر ان سات منازل یا طبقات کو سات آسمان کہا جاتا ہے، قرآن حکیم میں بھی اکثر جگہ سبع سموات یا سات آسمان ہی بیان فرمایا ہے

لطافت کے لحاظ سے پہلی منزل اس مادی دنیا کے قریب ترین ہے اور اس مادی دنیا کے قریب ترین ہونے کی وجہ سے اس پہلی منزل میں لطافت معمولی درجہ کی ہے۔ چنانچہ ہر ایک روح جو خاکی جسم سے پرواز کرتی ہے یا خارج ہوتی ہے۔ اپنے ایثری جسم کی لطافت کے لحاظ سے اس منزل میں داخل ہوتی ہے جو لطافت کے لحاظ سے اس کے ایثری جسم کے مطابق ہو۔ مثلاً اس روح کو جس کے ایثری جسم میں گناہوں کی کثافتیں پائی جاتی ہیں۔ "اس روحوں کی دنیا" کی پہلی منزل میں ہی کچھ عرصہ قیام کرنا پڑتا ہے، اور وہ اس وقت تک اسی پہلی منزل میں رہتی ہے۔ جب تک اس کے گناہوں اور برے اعمال کے نقوش اس کے ایثری جسم سے مٹ نہ جائیں اور اس کا ایثری جسم لطافت کے لحاظ سے دوسری منزل کے مطابق نہ ہو جائے۔ اس پہلی منزل میں روح کے قیام کا عرصہ اس کے گناہوں کی کثافتوں پر منحصر ہے۔ اگر کسی روح کے ایثری جسم میں گناہوں کے نقوش بہت زیادہ ہیں تو اس روح کو بہت لمبے عرصہ تک اسی پہلی منزل میں رہنا پڑتا ہے اور اپنے گناہوں کی سزا بھگتنی پڑتی ہے، بعض بد روحیں ابتدائے آفرینش سے اب تک اسی منزل میں پڑی ہوئی ہیں اور اپنے گناہوں کی سزا بھگت رہی

ہیں بعض بد روحیں سینکڑوں، ہزاروں اور لاکھوں سال اسی منزل میں قیام کرتی ہیں بعض نیک روحیں جن کے ایتھری جسموں میں گناہوں کے نقوش بہت ہی کم یا برائے نام ہوتے ہیں۔ وہ نہایت ہی قلیل عرصہ اس منزل میں ٹھہرتی ہیں۔ اور چند سیکنڈوں، منٹوں، گھنٹوں یا دنوں میں اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر یعنی اپنے اپنے ایتھری جسموں میں گناہوں کے نقوش مٹا کر دوسری منزل میں داخل ہو جاتی ہیں۔ غرضیکہ ہر ایک روح کا عرصۂ قیام اس پہلی منزل میں اس کے گناہوں کی کثافتوں کے مطابق ہوتا ہے۔ زیادہ گناہوں والی روحیں زیادہ عرصہ اور کم گناہوں والی روحیں کم عرصہ قیام کرتی ہیں۔ یعنی بدیوں اور نیکیوں کے لحاظ سے خبیث روحیں زیادہ عرصہ اور نیک روحیں کم عرصہ قیام کرتی ہیں۔

جب کوئی روح پہلی منزل کے دور سے گذر کر اسی روحوں کی دنیا کی دوسری منزل میں داخل ہوتی ہیں۔ جس میں ایتھر کی لطافت پہلی منزل کی نسبت زیادہ ہے۔ تو اس دوسری منزل کے ایتھر کی لطافت کے لحاظ سے اپنے گناہوں کی کثافتوں کے مطابق پھر دوسری منزل میں قیام کرنا پڑتا ہے اور سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ پھر اپنے گناہوں کے نقوش اس کرۂ ایتھر کی دوسری منزل میں مٹا کر لطافت کے لحاظ سے اس کا ایتھری جسم لطافت کے اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ اس کرۂ ایتھر کی تیسری منزل میں داخل ہونے کے قابل ہو جاتی ہے اسی طرح ہر ایک روح کے دورِ قیام اور سزا کا سلسلہ منزل بہ منزل جاری

رہتا ہے جتی کہ وہ روح آخری منزل یعنی ساتویں منزل میں پہنچ جاتی ہے۔ یہ روحوں کی دنیا کی آخری منزل ہے۔ جہاں کثافت کا نام و نشان تک نہیں اور ایتھر میں لطافت نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی ہے۔ روح اس آخری منزل میں پہنچ کر پوری پوری نجات حاصل کر لیتی ہے۔

کرۂ ایتھر کی پہلی منزل سے منزل بہ منزل ہر ایک روح سزا بھگت کر اور اپنے گناہوں کے نقوش مٹا کر روحوں کی دنیا کی اس آخری منزل میں پہنچ جاتی ہے۔ ہر ایک منزل میں روح کے قیام کا عرصہ اس کے گناہوں کے نقوش کے مطابق ہے۔ روحوں کی دنیا کی اس آخری منزل میں پہنچ کر ہر ایک روح کی بہشتی زندگی کا نہایت ہی شاندار اور خوشگوار دور شروع ہو جاتا ہے بہشتی زندگی کیسی ہوتی ہے؟ اس سوال کا جواب قرآن شریف کے مطالعہ میں پایا جاتا ہے۔ قرآن شریف میں اکثر اس بہشتی زندگی کا ذکر آتا ہے اور نہایت ہی شاندار اور موزوں الفاظ میں اور نہایت ہی دلکش پیرایہ میں اس پُر لطف زندگی کے حالات بیان فرمائے گئے ہیں۔ خاص کر اس بہشتی زندگی کے رنگین مناظر کا نقشہ نہایت ہی دلکش انداز میں کھینچا گیا ہے۔ قارئین کرام قرآن شریف کا مطالعہ فرما کر لطف اٹھائیں۔

اس باب میں اور اگلے ابواب میں روح اور روحوں کی دنیا یعنی ایتھری دنیا کے متعلق تمام حالات اور مشاہدات سائنس کی ان جدید ترین تحقیقات پر

پر مبنی ہیں۔ جو یورپ اور امریکہ کے مہذب ملکوں کی روحانی سوسائیٹوں نے اپنے میڈیم کے ذریعہ کیں۔ میڈیم کے ذریعہ روحانی دنیا کی روحوں سے تعلق قائم کیا گیا اور اُن سے رُوحوں کی دُنیا کے دلچسپ حالات دریافت کئے گئے۔ یہ روحانی سوسائٹیاں روحانی سائنس میں نہایت ہی گہری دلچسپی لیتی ہیں اور روحانی سائنس میں تجربات کرنے کے لئے ان کی اپنی اپنی تجربہ گاہیں بنی ہوئی ہیں۔ ان روحانی سائنس کی تجربہ گاہوں میں اکثر روحانی جلسے منعقد کئے جاتے ہیں اور میڈیم کے ذریعہ روحوں سے تعلق قائم کر کے روحوں کی دنیا کے حالات روحوں سے ہی دریافت کئے جاتے ہیں اور متعدد بار تجربات کر کے صحیح نتائج اخذ کئے جاتے ہیں اور ان نتائج کی صداقت کے متعلق پوری پوری تسلّی کی جاتی ہے تاکہ ان نتائج کے بارے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہے۔ غرضیکہ ان روحانی سوسائٹیوں کی تحقیقات نہایت مکمل ہوتی ہے۔ روحانی مجلس جس میں میڈیم کے ذریعہ روحوں سے تعلق قائم کر کے رُوحوں کی دُنیا کے حالات روحوں سے ہی دریافت کئے جاتے ہیں۔ روحانی سائنس کی عام اصطلاح میں "سی اینس" (seance) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

وہ روحانی طاقت رکھنے والا شخص جس کے ذریعہ روحوں سے بات چیت کی جاتی ہے۔ جس کا اثری جسم زیادہ لطیف حالت میں ہوتا ہے اور جس میں اثری لطیف حالت میں عام لوگوں سے زیادہ مقدار میں ہوتا ہے اور جس کی دنیاوی

زندگی نہایت ہی پاکیزہ ہوتی ہے۔ روحانی سائنس کی عام اصطلاح میں میڈیم (Medium) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ایسے روحانی طاقت رکھنے والے اشخاص ہر زمانہ میں دنیا کے مختلف ملکوں میں موجود ہوتے ہیں، جنہیں ہم ولی اللہ، غوث، قطب، ابدال، مجذوب اور صوفی کے ناموں سے پکارتے ہیں، مگر ایسے اشخاص دُنیا کے اندر بہت کم تعداد میں پائے جاتے ہیں اگرچہ فرضی میڈیم تعداد میں زیادہ پائے جاتے ہیں مگر ان کی فریب کاری اور دھوکہ دہی سے بچنا چاہیئے۔

جوں ہی روح اس روحوں کی دنیا کی پہلی منزل میں اپنے خاکی جسم سے پرواز کر کے داخل ہوتی ہے، اس کی جزا، سزا کا سلسلہ اسی وقت شروع ہو جاتا ہے۔ آئندہ باب میں روحوں کی جزا، سزا پر وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی جائے گی۔

بارھواں باب

رُوحوں کی جزا و سزا یعنی بہشت اور دوزخ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

جونہی کوئی روح اپنے ایتھری جسم کے ساتھ "رُوحوں کی دُنیا" کی پہلی منزل میں اپنے جسم خاکی سے پرواز کرکے پیدا ہوتی ہے تو اس کی سزا و جزا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور کسی کو دریافت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی کہ اس روح نے مادی دنیا میں رہ کر کون کون سی نیکیاں کی ہیں اور کون کونسی بدیاں۔ بلکہ روح کا ایتھری جسم اس کا اعمال نامہ پیش کرتا ہے۔ اس ایتھری جسم پر تمام نیک و بد اعمال کے نقوش موجود ہوتے ہیں۔ گویا یہ ایتھری جسم اس رُوح کے تمام نیک و بد اعمال کی ایک ایسی فلم ہے۔ جس فلم پر اس کے نیک و بد اعمال کے نقوش

صاف طور پر موجود ہیں۔

قرآن حکیم میں مذکور ہے:۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

(پ ۳۰ ۸-۷ / ۹۹)

تو جو کوئی ایک ذرہ کے وزن کے برابر بھلائی کرتا ہے۔ اسے دیکھ لے گا اور جو کوئی ایک ذرہ کے وزن کے برابر بدی کرتا ہے۔ اسے دیکھ لے گا۔

گویا خداوند تعالیٰ نے ہر ایک روح کا جسم لطیف ایسا بنایا ہے کہ اس ایثری جسم پر انسان کے نیک وبد اعمال کے نقوش لحہ بہ لحہ محفوظ اور قائم ہوتے جاتے ہیں اور حشر کے دن وہ ان نقوش کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔ اب یہ زندگی جو بعد الموت ملے گی۔ فی الحقیقت اعمال کا نتیجہ ہے۔ اچھے عمل والوں کی زندگی بہشتی ہوگی یعنی خوشی کی اور بُرے اعمال والوں کی زندگی جہنمی ہوگی، یعنی دکھ کی۔ اس زندگی کا کھلے طور پر نمودار ہونا ہی قیامت ہے۔

پھر سورہ زمر ۲۹/۳۹ میں فرمایا۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ ۝

اور زمین اپنے رب کے نور کے ساتھ چمک اٹھے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حشر کے دن زمین حشر اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی اور اس نور سے ہر ایک انسان کے اعمال کی فلم منور ہو جائے گی

اور وہ اعمال جو ان مادی آنکھوں سے مخفی تھے۔ ظہور پذیر ہو جائیں گے۔

جو نیک روح اس پہلی منزل میں پیدا ہوتی ہے، وہ تھوڑے ہی عرصہ میں منزل بہ منزل روحوں کی دنیا کے تمام منازل طے کر کے اپنی آخری منزل یعنی ساتویں منزل میں پہنچ جاتی ہے اور مکمل نجات حاصل کر لیتی ہے اس آخری منزل میں پہنچ کر اس روح کی بہشتی زندگی کا نہایت ہی شاندار اور خوشگوار دور شروع ہوتا ہے۔ اس بہشتی زندگی میں انسان خداوند تعالیٰ کی گوناگوں نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے اور حقیقی و ابدی مسرت حاصل کرتا ہے۔ بالفاظ دیگر وہ روح اپنے تمام گناہوں کی پوری پوری سزا بھگت کر بہشت میں داخل ہوتی ہے اور ہمیشہ کے لئے بہشتی زندگی سے لطف اندوز ہوتی ہے۔ یہ وہی بہشت ہے جس کا قرآن پاک میں ذکر آتا ہے۔

بہشت کی سب سے بڑی نعمت خداوند تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے، جو وہاں میسر آتی ہے، لہٰذا ہر انسان کو اس مادی دنیا میں رہ کر نیک اعمال کرنے چاہئیں اور بدیوں اور گناہوں کی کثافتوں سے بالاتر رہنا چاہیئے۔ نیک اعمال ہی موت کے بعد روح کو جلد سے جلد اس آخری منزل میں پہنچانے کا ذریعہ ہوتے ہیں، جہاں روح بہشتی زندگی بسر کر کے حقیقی مسرت حاصل کرتی ہے نہایت ہی خوش قسمت ہے وہ روح جسے موت کے بعد جلد ہی اس بہشتی زندگی سے لطف اندوز ہونے کا موقعہ مل جاتا ہے۔

سزا جونہی روح اپنے اثری جسم پر گناہوں کے نقوش کے ساتھ روحوں کی دنیا کی اس پہلی منزل میں پیدا ہوتی ہے، فوراً اس کے گناہوں کی سزا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اس روحانی دنیا میں روح کو جو سزا

دوزخی زندگی اپنے گناہوں اور بُرے اعمال کی وجہ سے بھگتنی پڑتی ہے۔ وہ نہایت ہی شدید اور سخت ہوتی ہے۔

اتنی سخت اور عذاب دینے والی سزا کہ دنیا کی سزا اس کے مقابلے میں ہیچ ہے خود رُوحیں تبلاتی ہیں کہ اس رُوحانی دنیا میں گناہوں کی سزا مادی دنیا کی سزا کے مقابلہ میں شدید ترین ہے اور نہایت ہی عذاب دینے والی ہے، شدت کے لحاظ سے ناقابلِ برداشت ہے۔ دنیاوی سزا کی طرح یہ سزا بدنی نہیں بلکہ ذہنی ہے۔ یہی وہ دوزخی زندگی ہے۔ جس کا ذکر قرآن حکیم میں آیا ہے بہشتی زندگی میں داخل ہونے سے پہلے اس دوزخی زندگی میں سے ہر ایک روح کو گذرنا پڑتا ہے۔

قرآن حکیم میں سورۂ الحجر ۴۴/۱۵ کے اندر خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ ط   دوزخ کے سات دروازے ہیں۔

یہ سات دروازے انسان کے اعمال کے مطابق سات منزلیں ہیں۔ جن میں سے انسان کی روح کو اپنے اعمال بد کی سزا بھگتنے کے لئے گذرنا پڑتا ہے اور یہی اصل حقیقت ہے کہ ہر شخص کا دوزخ اس کے اعمال کے مطابق ہے۔

اس سزائے دوزخ کی شدت کا اندازہ لگانے کے لئے مندرجہ ذیل مثالیں دی جاتی ہیں :-

(۱) فرض کرو کہ ایک شخص کا اکلوتا بیٹا اچانک مر جاتا ہے۔ بیٹے کی ناگہانی موت کی وجہ سے اس کے دل و دماغ پر اتنا صدمہ ہوتا ہے اور اتنی شدید کوفت وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے لئے وہ ذہنی دُکھ اور عذاب ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔ یہ شدید ترین ذہنی دُکھ اور عذاب رفتہ رفتہ اتنا ناقابل برداشت ہو جاتا ہے کہ وہ خودکشی کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے تاکہ وہ اس شدید ترین عذاب سے جلدی نجات حاصل کرے بعینہٖ روحانی دنیا میں رُوح اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے میں شدید ترین ذہنی دُکھ اور عذاب محسوس کرتی ہے جو اس کے لئے نہایت ہی ناقابلِ برداشت ہوتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس شدید ترین عذاب سے سب کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

(۲) فرض کرو۔ ایک شخص نیند کی حالت میں نہایت ہی ڈراؤنا خواب دیکھتا ہے اور خواب میں ایسا محسوس کرتا ہے کہ وہ ڈراؤنی شکل والا جن بھوت اس کو ہڑپ کر جائے گا۔ اس سخت مصیبت کی حالت میں وہ شدید ترین ذہنی دُکھ اور عذاب محسوس کرتا ہے اور خواب کی حالت میں چیختا چلاتا ہے کہ کوئی اسے اس جن بھوت سے بچائے۔ حتیٰ کہ اس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ اور وہ اس ذہنی دکھ اور عذاب سے چھٹکارا پاتا ہے بعینہٖ روحانی دنیا میں روح

اپنے گناہوں کی پاداش میں شدید ترین ذہنی دُکھ اور عذاب محسوس کرتی ہے

مندرجہ بالا مثالوں کے مطالعہ سے آپ اس شدید ترین اور سخت سزا کی شدت کا اندازہ لگا سکتے ہیں جو ایک روح کو روحانی دنیا میں اپنے گناہوں کی وجہ سے بھگتنی پڑتی ہے، جوں جوں یہ روح اس سزا کے دور سے گذرتی چلی جاتی ہے، توں توں اس کے ایثری جسم پر گناہوں کے نقوش مٹتے چلے جاتے ہیں، آخر تمام گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد ایک ایسا مرحلہ آتا ہے، کہ اس کا ایثری جسم گناہوں کی کثافتوں سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے اور وہ روح اپنی سزا بھگتنے کے بعد روحوں کی دُنیا کی دوسری منزل میں پیدا ہوتی ہے۔

اس قسم کی شدید ترین ذہنی سزا ہر ایک روح کو روحوں کی دُنیا کی ہر ایک منزل میں اپنے گناہوں کی پاداش میں بھگتنی پڑتی ہے، خداوند تعالیٰ اس شدید ترین عذاب سے بچائے۔ آمین۔ قرآن شریف کی رُوح سے بھی دوزخ اور بہشت دونو اصل میں انسان کی زندگی کے اظلال و آثار ہیں۔ کوئی ایسی نئی چیز نہیں ہے۔ کہ جو دوسری جگہ آوے۔ بالفاظِ دیگر بہشت و دوزخ انہی اعمال کے انعکاسات ہیں جو دنیا میں انسان کرتا ہے۔ لہٰذا قانونِ الٰہی کے مطابق ہر ایک نیکی اپنی جزا رکھتی ہے۔ اور ہر ایک بدی اپنی سزا۔ مگر خداوند تعالیٰ قادرِ مطلق اور غفور و رحیم ہے۔ وہ بعض حالتوں میں اپنے بندوں کو بخشش اور مُعافی سے بھی نوازتا ہے۔ سچی توبہ سے انسان کے گناہ مُعاف ہو جاتے ہیں۔ یعنی

یعنی اس کے ایسے گناہوں کے نقوش جن کے لئے وہ سچے دل سے معافی مانگتا ہے مٹ جاتے ہیں اور اسے ایسے گناہوں کی سزا سے نجات مل جاتی ہے۔ سچی توبہ سے انسان کے اندر ایسا نور پیدا ہو جاتا ہے، جو گناہوں کی کثافتوں کو محو کر دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں ذکر ہے کہ:۔

سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ — اپنے رب کی مغفرت کی طرف سبقت کرو یعنی دوڑو۔

یہ آیت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ اللہ مغفرت کرنے والا اور بخشش کرنے والا ہے۔ جو انسان اپنی کوتاہیوں اور بُرے کاموں کی سچے دل سے معافی چاہتا ہے اور سابقہ بُرے اعمال کا اقرار کر کے آئندہ کے لئے سچی توبہ کرتا ہے اور نیک کام کرتا ہے۔ تو وہ اُسے معاف کر دیتا ہے، مگر یہ معافی ہر قسم کی صورت میں نہیں ہو سکتی۔ صرف ایسے حقوق میں جن کا تعلق سیدھا اللہ سے ہے اگر کوئی کوتاہی ہو جائے تو اللہ بخشنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔ یہ امید ہو سکتی ہے۔ کہ وہ اس کوتاہی کو معاف کر دے گا۔ لیکن جن حقوق کا تعلق بندوں کے ذریعے اللہ کے ذریعے اللہ کے ساتھ ہے یعنی حقوق العباد میں کسی قسم کی کوتاہی یا زیادتی ہو جائے تو اس کو معاف نہیں کرے گا۔ اس کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا — اے لوگو، جو ایمان لائے ہو۔ اللہ کی

اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ط عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ۔

طرف (واپس) رجوع کرو (جو) خالص رجوع ہو (یعنی اللہ کے آگے سچی توبہ کرو) اُمید ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری برائیوں کو دُور کر دے۔

ڈر ہے کہ معافی کا مسئلہ انسان کو صراطِ مستقیم یعنی راہِ راست سے کہیں دور نہ لے جائے۔ اس لئے یہاں اس بات کا واضح کر دینا نہایت ضروری ہے کہ توبہ کے بعد اگر انسان کے اندر واقعی نورِ ایمان پیدا ہو جائے تو خاص قسم کے گناہوں کی کثافتیں اور نقوش محو ہو سکتے ہیں! ور سزا سے بریت ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔ اگر انسان یہ خیال کرے کہ میں ساری عمر یا عمر کا کچھ حصہ گناہ کرتا رہوں۔ اور مرنے سے پہلے یا جب چاہوں معافی مانگ لوں گا۔ توبہ کر لوں گا اور گناہوں کی سزا سے بچ جاؤں گا۔ تو وہ سخت غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ قانونِ الٰہی کے مطابق اس کے لئے سزا سے بریت ناممکن ہے۔ کیونکہ خدائے تعالےٰ انسان کی نیتوں سے باخبر ہے اور نیک و بداعمال کی جزا سزا انسان کی نیتوں کے مطابق ہو گی۔

مسئلۂ شفاعت

قرآن کریم کی رُو سے قیامت کے دن جو شفاعت یا سفارش جس کی بنا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے وہ اس کے اذن سے وہاں ہو گی مگر وہ شفاعتیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف

ہیں اور جن کا تعلق محض اس دنیا سے ہے۔ وہ باقی نہ رہیں گی۔ لہٰذا شفاعت کے لئے اذن الٰہی کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ خداوند تعالیٰ مالک یوم الدین بھی ہے یعنی خداوند تعالیٰ جزا و سزا کے دن کا مالک ہے۔ مالک کو اختیار ہے جسے چاہے معاف بھی کر دے، اس دنیا میں ایک نوکر کا آقا یا مالک جو حقیقت میں مالک نہیں اس کا گناہ معاف کر سکتا ہے، مگر خدا جو جمیع صفاتِ کاملہ رکھتا ہے۔ کیا وہ معاف نہیں کر سکتا؟ اگر معافی کی خواہش انسان میں ہے، تو خالق میں کیوں نہیں۔ جو صفت خالق میں نہ ہو وہ مخلوق میں نہیں ہو سکتی۔

قرآنی تعلیم کی رُو سے انسان کے لئے تین عالم ثابت ہوتے ہیں۔ اول دنیا جس کا نام "عالمِ کسب" ہے اس دنیا میں انسان نیکی یا بدی کا اکتساب کرتا ہے جب موت کے بعد رُوح مادی جسم سے الگ ہو جاتی ہے، تو فی الفور دوسرے عالم میں داخل ہوتی ہے۔ جس کو اسلامی اصطلاح میں "عالم برزخ" کہتے ہیں۔ یہ زندگی بعد الموت کا عالم ہے۔ اس عالم برزخ میں ہر ایک شخص مخفی طور پر اپنے اعمال کی جزا سزا پاتا ہے۔ بُرے لوگ مرنے کے بعد ہی دوزخ میں داخل ہوتے ہیں اور نیک لوگ مرنے کے بعد ہی بہشت میں آرام پاتے ہیں۔ سو قرآن کریم کی رُو سے اس دنیاوی زندگی کے ختم ہوتے ہی جزا سزا کی کارروائی بلا توقف شروع ہو جاتی ہے اور دوزخی دوزخ میں اور بہشتی بہشت میں چلے جاتے ہیں۔ عالم برزخ انسان کی موت سے لے کر یوم قیامت تک رہتا ہے۔

عالم برزخ کے بعد ایک وقت ایسا آئے گا۔ کہ موجودہ نظام عالم درہم برہم اور تباہ ہو جائے گا۔ نسل انسانی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور زندگی کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا۔ موجودہ نظام عالم کے درہم برہم ہونے کے وقت ہر طرف انتہائی وحشت کا منظر ہوگا۔ قرآن حکیم فرماتا ہے کہ سورج چاند اور سب ستارے جو اس وقت ایک قانون کی لڑی میں منسلک ہیں اور اپنے اپنے دائروں میں گھوم رہے ہیں۔ اپنا اپنا راستہ چھوڑ دیں گے اور تاریک ہو جائیں گے۔ ان سب کی گردش روز قیامت تک ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

مَا خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ط (سورہ روم ۸/۳۰)	اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ حق کے ساتھ اور ایک وقتِ مقررہ تک کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ زمین اور یہ نظام عالم بھی ایک وقت مقررہ کے لئے ہے اور ان پر بھی فنا کا ایک وقت آئے گا۔

غرضیکہ زمین اور آسمان پھٹ جائیں گے، زمین اور پہاڑ پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، روئی یا اون کے گالوں کی طرح فضا میں اڑیں گے، وہ وقت درحقیقت انتہائی مصیبت کا وقت ہوگا اور ہر طرف وحشت ہی دہشت ہوگی، اس موجودہ نظام عالم کے خاتمہ کے بعد فوراً یوم قیامت ہوگا، لغت میں

قیامت کے معنی ہیں "ایک ہی مرتبہ کھڑا ہو جانا"۔ یعنی اس دن تمام نفوس اپنے اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے اپنے اپنے اثیری جسم میں خداوند تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہوں گے، وہ یوم حساب ہوگا۔ اس عالم کو "عالم بعث" بھی کہتے ہیں۔ اس وقت ہر ایک نفس کا اثیری جسم اس کے اعمال کی فلم ہوگا۔ یہی تمام نفوس خلق جدید ہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کے لطیف یا اثیری جسم بالکل ان کے مادی جسموں کے مثل ہوں گے، وہی منہ، وہی آنکھیں وہی کان وہی ہاتھ، وہی ٹانگیں وغیرہ وغیرہ مگر فرق صرف اتنا ہوگا، کہ ان کے اثیری جسم لطیف ہوں گے، حیات بعد الموت میں مادی جسم نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ مادی جسم ہر آن بدلتے رہتے ہیں اور ایک وقت مقررہ کے بعد فنا ہو جاتے ہیں۔ مگر لطیف جسم یعنی اثیری جسم جس پر انسان کے نیک و بد اعمال کے نقوش ہوتے ہیں فنا نہیں ہوتے۔

جو نفوس اس وقت تک اپنے اپنے اعمال بد کی سزا بھگت کر بہشتی زندگی میں داخل ہو چکے ہوں گے۔ وہ اپنی بہشتی زندگی جاری رکھیں گے اور باقی نفوس جنہوں نے ابھی سزا بھگتنی ہے وہ جہنمی زندگی بسر کریں گے۔ حتیٰ کہ وہ اپنی اپنی سزا بھگت کر بہشتی زندگی میں داخل ہوتے رہیں گے اور تمام نفوس اپنی اپنی بہشتی زندگی میں بھی اپنی اپنی روحانی ترقیات جاری رکھیں گے۔ قرآن کریم کی رو سے جنت کی ترقیات غیر متناہی ہیں۔ اہل جنت کتنے بھی بلند مقام پر پہنچ جائیں اس سے آگے اور بلند مقام ہوں گے۔ الغرض اہل بہشت ایک بلندی کے بعد

دوسری بلندی کی طرف غیر محدود طور پر روحانی ترقی کرتے چلے جائیں گے بہشت کی سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔

یہ عالم بعث خدا تعالیٰ کی ان پوری تجلیات کے لئے مقرر کیا گیا ہے جس میں ہر ایک انسان اپنے رب کی ہستی سے پورے طور پر واقف ہو جائے گا اور ہر ایک شخص اپنی جزاء کے انتہائی نقطہ تک پہنچے گا۔ یہ تعجب نہیں کرنا چاہیئے کہ خدا سے یہ کیونکر ہو سکے گا۔ کیونکہ وہ ایک قدرت کا مالک ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے حکم کی یہ شان ہے کہ جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو صرف یہی کہتا ہے کہ "ہو" پس وہ چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ قرآن حکیم میں فرمایا یَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ یعنی جس دن وہ کہے گا کہ ہو تو وہ ہو جائے گا۔ اس میں اشارہ یوم بعث کی طرف ہے۔ لہٰذا قرآن پاک میں نیک و بد کی جزاء و سزا کے لئے دو مقام پائے جاتے ہیں۔ ایک عالم برزخ، دوسرا عالم بعث۔

تیرھواں باب

رُوحوں کی کہانی اُن کی اپنی زبانی

اس سے پہلے کسی باب میں یہ بات بتلائی جا چکی ہے، کہ رُوح اور رُوحوں کی دنیا یعنی ایثری دُنیا کے متعلق تمام حالات اور مشاہدات سائنس کی ان جدید ترین تحقیقات پر مبنی ہیں جو یورپ اور امریکہ کے مہذّب ملکوں کی روحانی سوسائیٹیوں نے اپنے میڈیم کے ذریعہ کیں۔ چنانچہ اس باب میں بھی روحوں کے متعلق تمام معلومات سائنس کی انہی جدید ترین تحقیقات پر مبنی ہیں۔

رُوحوں کی دنیا یعنی ایثری دنیا میں تمام نظام اسی طرح قائم ہے جس طرح کہ اس مادی دنیا میں۔ قرآن حکیم کی رُو سے بھی عالم آخرت کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ اس کے تمام نظارے اسی دنیاوی زندگی کے اظلال و آثار ہیں، جو کچھ انسان کے عقاید اور اعمال کی کیفیت صالحہ یا غیر صالح ہوتی ہے

وہ اس جہان میں مخفی طور پر اس کے اندر ہوتی ہے، مگر آنے والے جہان میں وہ تمام کیفیات کھلا کھلا اپنا چہرہ دکھلائیں گی۔ اس کا نمونہ عالم خواب میں پایا جاتا ہے، کہ انسان کے بدن پر جس قسم کے مواد غالب ہوتے ہیں، عالم خواب میں اسی قسم کی جسمانی حالتیں نظر آتی ہیں۔ جس طرح خواب ہم میں ایک خاص تبدیلی پیدا کر کے روحانیات کو جسمانی طور پر تبدیل کر کے دکھلاتا ہے، عالم آخرت میں بھی یہی ہوگا۔

رُوحوں کی دُنیا میں رُوحیں مختلف قسم کے کاروبار کرتی ہیں اور مختلف قسم کے فرائض ادا کرتی ہیں مگر ایثری دنیا میں ہونے کی وجہ سے ان کے تمام کاروبار ذہنی ہیں۔ جس طرح ہم اس دُنیا میں زندگی قائم رکھنے کے لئے کھاتے پیتے ہیں اسی طرح ایثری دنیا میں روحیں بھی کھاتی پیتی ہیں، مگر ان کا کھانا پینا ایسا ہی ہے، جیسا کہ ہم خواب کی حالت میں کھاتے پیتے ہیں۔

روحوں کی دنیا میں جب کوئی روح تازہ تازہ داخل ہوتی ہے تو روحانی دنیا میں پیدا ہونے کے بعد بھی رویا یا کشف میں وہ روح عالم برزخ سے اس مادی دنیا میں اس مکان میں آتی جاتی رہتی ہے۔ جس میں کہ وہ روحانی دنیا میں داخل ہونے سے پہلے رہتی تھی، بعض اوقات وہ اپنے عزیز و اقارب سے ان کے خواب کی حالت میں ملاقات بھی کرتی ہے۔ مذہبی لحاظ سے بھی بعض متعصب روحیں روحانی دنیا میں پیدا ہونے کے بعد بھی اس مادی دُنیا سے اس قدر محبت اور لگاؤ رکھتی ہیں کہ ان

کے دل کے لگاؤ کو اس مادی دنیا سے ہٹانے کے لئے خاص اصلاح کی ضرورت پڑتی ہے چنانچہ روحوں کی دنیا میں ایسی متعصب روحوں کی اصلاح کرنے کے لئے مصلحین مقرر ہیں جو ایسی روحوں کو راہ راست پر لاتے ہیں اور انہیں خداوند تعالیٰ کی وحدانیت کا سبق سکھاتے ہیں۔

رُوحوں کا مذہب روحوں کی دنیا میں مختلف مذاہب کا نام و نشان تک نہیں۔ وہاں تمام روحوں کا مذہب ایک ہی ہے۔ یعنی خداوند تعالیٰ کی وحدانیت، بالفاظ دیگر خداوند تعالیٰ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ عین مذہب اسلام کی تعلیم ہے، اہل اسلام کی مقدس الہامی کتاب قرآن پاک میں بار بار تلایا گیا ہے، کہ خداوند تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے، یعنی خداوند تعالیٰ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ مذہب اسلام کی بنیاد اسی وحدانیت کے اصول پر رکھی گئی ہے۔ اور اب تک مذہب اسلام کی یہی تعلیم جاری رہی ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی یہی تعلیم جاری رہے گی۔ اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمام دنیا کے لوگوں کا مذہب اسلام ہی ہوگا۔ یعنی تمام دنیا کے لوگ اس وحدانیت کے اصول کے قائل ہو جائیں گے کہ خداوند تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے، لہٰذا روحوں کی زبانی بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ مذہب اسلام ہی تمام دنیا میں ایک ایسا سچا مذہب ہے، جو وحدانیت کی صحیح تعلیم دیتا ہے۔

روحوں کی زبان:۔ روحوں کی دُنیا میں تمام روحوں کی زبان خواہ وہ

اس مادی دنیا میں کسی ملک یا قوم سے تعلق رکھتی ہوں۔ ایک ہی ہے، اسی زبان میں وہ روحوں کی دنیا میں ایک دوسرے سے بات چیت کرتی ہیں۔ اور اظہار خیالات کرتی ہیں، اس روحانی زبان کو ہم دنیا کے لوگ نہیں سمجھ سکتے، مگر جب روحوں نے اس مادی دنیا کے لوگوں کے ساتھ بذریعہ میڈیم یا براہ راست بات چیت کرنی ہوتی ہے۔ تو وہ انہی زبانوں میں بات چیت کرتی ہیں۔ جو زبانیں کہ وہ اس مادی دنیا کی زندگی میں بولتی تھیں۔

روحوں سے بات چیت

جس قدر اس مادی دنیا کے لوگ اپنے عزیز و اقارب کی روحوں کے ساتھ بات چیت کرنے کے لئے بیقرار ہیں۔ اس سے بھی زیادہ روحیں اس مادی دنیا میں اپنے عزیز و اقارب سے بات چیت کرنے کے لئے بیقرار ہیں۔ چنانچہ روحوں کی دنیا میں ایسی تجربہ گاہیں بنی ہوئی ہیں۔ جن میں بڑی بڑی قابل سائنسدان روحیں تحقیقات میں ہمہ تن مصروف ہیں، وہ اس کوشش میں لگی ہوئی ہیں۔ کہ اس مادی دنیا کے لوگوں کے ساتھ براہِ راست تعلق قائم کرنے کا یا بات چیت کرنے کا کوئی طریقہ معلوم کیا جائے، روحوں کی تجربہ گاہوں کا حال آگے چل کر ایک علیحدہ باب میں قلمبند کیا جائے گا۔

روح اور مسئلہ تناسخ

روح جب خاکی جسم سے پرواز کر کے روحوں کی دنیا میں پیدا ہوتی ہے۔ تو پھر کسی صورت

میں بھی اپنے خاکی جسم میں دوبارہ واپس آنا پسند نہیں کرتی۔ نہ صرف اپنے خاکی جسم میں ہی دوبارہ واپس آنا پسند نہیں کرتی بلکہ روح اثیری دُنیا کی جب ایک منزل سے منتقل ہو کر دوسری منزل میں پیدا ہوتی ہے تو پھر پہلی منزل میں بھی آنا پسند نہیں کرتی۔ اس لحاظ سے مسئلہ تناسخ باطل ثابت ہوتا ہے۔

خبیث روحیں بعض خبیث رُوحیں رُوحوں کی دُنیا میں پیدا ہونے کے بعد بھی اس مادی دنیا کے بعض لوگوں کو تکلیف دیتی رہتی ہیں۔ خبیث روحیں ایسے لوگوں کے کمزور دماغوں پہ چھا جاتی ہیں یعنی ان کے دماغوں پر قبضہ کر لیتی ہیں اور پھر ان کو طرح طرح کی تکالیف دیتی ہیں۔

مددگار رُوحیں بعض روحیں اس دُنیا کے لوگوں کو کئی معاملات میں خواب کے ذریعہ مدد بھی دیتی ہیں، مثلاً مدفون اشیاء یا گم شدہ چیزوں کا سراغ دینے میں۔ بعض اوقات ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ انسان کی موت اچانک واقع ہو جاتی ہے اور اسے اتنی مہلت بھی نہیں ملتی کہ وہ اپنے پسماندگان کو اپنی جائداد یا دیگر ضروری معاملات کے بارے میں کوئی وصیت کر سکتا۔ اس طرح کئی ضروری معاملات اخفا میں رہ جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں بھی بعض اوقات روحیں مرحوم کے پسماندگان کے لئے بے حد مددگار ثابت ہوتی ہیں، اور انہیں خواب کے ذریعہ ایسے ضروری اور پوشیدہ معاملات کا سراغ دیتی

ہیں۔ جن کا انہیں وہم و گمان بھی نہیں ہوتا اور جن معاملات کے معلوم ہونے سے ان کی زندگیوں میں نمایاں تغیر واقع ہوتا ہے۔

سلسلۂ پیغام رسانی ایتھری دنیا میں ہر ایک رُوح اپنے ایتھری جسم میں موجود ہوتی ہیں۔ بالفاظِ دیگر اس کا ایتھری جسم کرۂ ایتھر کے ساتھ پیوست ہوتا ہے، اس لئے ایتھری دنیا میں ہر ایک رُوح کے خیال کی لہریں چشم زدن میں دوسری رُوح تک پہنچ جاتی ہیں۔ یعنی رُوح کی دُنیا میں سلسلۂ پیغام رسانی بذریعہ وائرلیس یعنی لاسلکی ہے۔

رُوح اور زمانہ مستقبل جب روحوں سے زمانہ مستقبل کے متعلق کوئی سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ انہیں مستقبل کے متعلق کوئی بات بتلانے کی اجازت نہیں ہے۔

چودھواں باب

رُوحوں سے بات چیت

ایسے روحانی طاقت رکھنے والے اشخاص ہر زمانے میں دنیا کے مختلف ملکوں میں موجود ہوتے ہیں، جن کے ذریعہ سے روحوں کے ساتھ بات چیت کی جا سکتی ہے۔ ان کے ایثری جسم زیادہ لطیف حالت میں ہوتے ہیں، یعنی عام لوگوں کے مقابلہ میں ان میں ایثر لطیف حالت میں زیادہ مقدار میں ہوتا ہے لطافت کے لحاظ سے ان کے ایثری جسم ایثری دنیا یعنی روحوں کی دُنیا کے ساتھ پیوست ہوتے ہیں۔ وہ رُوحوں کے ساتھ براہ راست اسی طرح بات چیت کر سکتے ہیں جس طرح کہ ہم اس مادی دُنیا کے لوگ ایک دُوسرے سے بات چیت کر سکتے ہیں، ایسے روحانی اشخاص اپنے خیالات کی لہروں کو براہ راست چشم زدن میں روحوں تک پہنچا سکتے ہیں! ور روحوں کے پیغامات کو چشم زدن میں

موصول کر سکتے ہیں یعنی رُوحوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں ان کے دل و دماغ براڈکاسٹنگ مشین کا کام بھی کرتے ہیں اور ٹیلی ویژن ریڈیو سٹ کا بھی۔ ایسے روحانی طاقت رکھنے والے اشخاص کی دنیاوی زندگیاں نہایت ہی پاکیزہ ہوتی ہیں۔ ان کے خیالات نہایت ہی پاکیزہ ہوتے ہیں۔ وہ گناہوں کی کثافتوں سے بالکل مبرّا ہوتے ہیں اور ہمہ تن خداوند تعالیٰ کی محبت میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایسے روحانی طاقت رکھنے والے اشخاص کو ہم اس دُنیا کے لوگ مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔ مثلاً ولی اللہ، غوث، قطب، ابدال، مجذوب صوفی، روحانی سائنس کی عام اصطلاح میں ایسے روحانی شخص کو میڈیم کے نام سے پکارا جاتا ہے ایسے روحانی طاقت رکھنے والے اشخاص دنیا میں بہت کم تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ مگر ان فرضی میڈیم کی فریب کاری اور دھوکہ دہی سے بچنا چاہیئے۔

ایسی روحانی مجلس کو جس میں میڈیم کے ذریعہ رُوحوں سے بات چیت کی جاتی ہے۔ روحانی سائنس عام اصطلاح میں سِ انیس (seance) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جس وقت دنیا میں کسی مقررہ جگہ میں ایسی روحانی مجلس کے منعقد کرنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ تو ایسے لوگ جنہوں نے میڈیم کے ذریعہ سے اپنے عزیز و اقارب کی روحوں سے بات چیت کرنی ہوتی ہے اس روحانی مجلس میں شریک ہو جاتے ہیں جب مقررہ جگہ اور مقررہ وقت پر

لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں تو وہ میڈیم کے اردگرد حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے ہیں
تب میڈیم کی طرف سے اس روحانی مجلس میں شامل ہونے والے لوگوں کو
خاص ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ دل کی یکسوئی کے ساتھ خداوند تعالیٰ کی یاد
میں ہمہ تن مشغول ہو جائیں اور حاضرین مجلس میں سے ہر ایک اپنے دل میں اس
روح کا خیال کرے۔ جس سے اس نے بذریعہ میڈیم بات چیت کرنی ہے۔ تب
حاضرین مجلس میں سے ہر ایک باری باری میڈیم کے ذریعہ اپنی اپنی متعلقہ روح
سے سوالات کرتا ہے اور جوابات حاصل کرتا جاتا ہے ایسی روحانی مجالس
میں صرف میڈیم کے ذریعہ ہی روحوں کے ساتھ بات چیت ہو سکتی ہے براہ
راست بات چیت نہیں ہو سکتی۔

بمبئی میں ایک وکیل صاحب ہیں۔ جن کی تعلیم یافتہ بیوی میں میڈیم کے
اوصاف پائے جاتے ہیں وہ ہر ماہ روحانی مجلس قائم کرتی ہے، حاجتمند
لوگ اس روحانی مجلس میں شامل ہوتے ہیں۔ اور اس میڈیم کے ذریعہ
اپنی اپنی متعلقہ روح سے سوالات کرتے ہیں اور جوابات حاصل کرتے ہیں۔
انہوں نے روحوں سے بات چیت کے موضوع پر انگریزی میں ایک کتاب بھی
لکھی۔ علاوہ ازیں انہوں نے بمبئی میں ایک روحانی سوسائٹی بھی قائم کی ہوئی
بھی جو روحوں کے متعلق مختلف قسم کے تجربات اور تحقیقات سائنٹیفک طریقہ
سے کرتی رہتی ہے، ہر وہ شخص جو روحانی سائنس میں دلچسپی رکھتا ہے اس

رُوحانی سوسائٹی کا ممبر بن سکتا ہے۔ اور اس کی نئی نئی معلومات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے

تقریباً پندرہ سال کا عرصہ ہوا، نکودر ضلع جالندھر میں ایک ریلوے افسر تھے جو روحانی سائنس میں خاصی دلچسپی رکھتے تھے، ان کے داماد دہلی میں وائسرائے کے دفتر میں ملازم تھے، اتوار کے دن اپنے دوستوں کے ہمراہ باہر شکار کھیلنے کے لئے گئے اور اتفاقیہ اپنے ایک دوست کی بندوق کی گولی سے ہلاک ہو گئے ان کے خسر کو جب ان کے داماد کی اچانک موت کی تار موصول ہوئی، تو وہ دہلی پہنچے سخت سردی کا موسم تھا۔ واپسی پر جب وہ ٹرین میں سیکنڈ کلاس کے ڈبہ میں سفر کر رہے تھے، تو اچانک اُس کی سیٹ کے قریب ترین کھڑکی کا شیشہ سخت سردی سے سکڑ جانے کی وجہ سے اتنے زبردست دھماکے سے ٹوٹا جیسے کوئی بم پھٹتا ہے اور اس شیشہ کے تیز دھار ٹکڑے چاروں طرف بڑے زور سے گرے، مگر وہ صاحب زخمی ہونے سے بال بال بچ گئے جب واپس نکودر پہنچے تو اسی دن شام کو اپنے گھر میں روحانی مجلس منعقد کی، جس میں اس کی فیملی کے تین افراد شامل ہوئے، ایک چھوٹی سی لکڑی کی تپائی کے ارد گرد حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے، ہر ایک نے اپنے دونوں ہاتھ تپائی پر رکھ لئے اور ایک چھوٹی لڑکی کے ہاتھ میں جس کی عمر سات آٹھ سال کے قریب تھی اور دوسری جماعت میں پڑھتی تھی۔ کاغذ اور پنسل دے دیا اور افراد دل کی یکسوئی کے ساتھ خداوند تعالیٰ کی یاد میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد تپائی

ایک طرف جھکی اور پھر اپنی اصلی جگہ پر آگئی۔ یہ مطلوبہ رُوح کے حاضر آنے کی
نشانی تھی عین اُس وقت لڑکی کے ہاتھ کی پنسل جنبش میں آئی اور اُس نے بڑی
تیز رفتاری سے کاغذ پر رُوح کا پیغام لکھنا شروع کر دیا۔ آخر پنسل خود بخود کاغذ پر
لکھنے سے رک گئی۔ جس کا یہ مطلب تھا کہ رُوح نے اپنا مکمل پیغام لکھوا دیا۔ اس کے
بعد لڑکی نے رُوح کا پیغام پڑھ کر سُنایا۔ یہ اتنی تیز رفتاری سے لکھا ہُوا تھا۔
کہ لڑکی کے سوا کوئی اور اس پیغام کو نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اس پیغام میں رُوح نے
اپنی اچانک موت کا تمام واقعہ بیان کیا اور آخر میں ٹرین میں اچانک شیشہ
ٹوٹ جانے کا واقعہ بھی بیان کیا اور بتلایا کہ میں اس وقت صاحب موصوف کے
پاس ٹرین میں موجود تھا۔ اور میں نے ہی ان کو زخمی ہونے سے بال بال بچایا تھا۔
یہ پہلی روحانی مجلس تھی، اس کے بعد بھی کچھ مدت تک ان روحانی مجالس کا
سلسلہ شروع رہا۔ اور مندرجہ بالا طریقہ سے رُوح کی طرف سے مختلف پیغامات
موصول ہوتے رہے۔ ان کی ایک رُوحانی مجلس میں مجھے اور میرے دو اور دوستوں
کو بھی شامل ہونے کا موقعہ ملا اور اس طرح مجھے رُوح سے پیغام موصول ہونے کا
موقعہ ملا۔ اور اس طرح مجھے رُوح سے پیغام موصول کرنے کا یہ ایک اور عجیب
و غریب طریقہ معلوم کرنے کا اتفاق ہُوا۔

پندرھواں باب

رُوحوں کا سائنس ہال یعنی تجربہ گاہ

جس قدر اس قدر مادی دنیا کے لوگ اپنے عزیز و اقارب کی روحوں کے ساتھ بات چیت کرنے کے لئے بے قرار ہیں۔ اس سے بھی زیادہ روحیں اس مادی دنیا میں اپنے عزیز و اقارب سے بات چیت کرنے کے لئے بیقرار ہیں۔ جس طرح اس مادی دُنیا میں خال خال لوگ روحانی طاقت رکھنے والے پائے جاتے ہیں جن میں میڈیم بننے کے اوصاف ہوتے ہیں اور جن کے ذریعہ اس مادی دُنیا کے لوگ روحوں کے ساتھ سلسلۂ پیغام رسانی قائم کر سکتے ہیں، یا بات چیت کر سکتے ہیں، اسی طرح ایثری دُنیا یعنی روحوں کی دنیا میں بھی خاص خاص روحیں ایسی ہوتی ہیں، جن میں میڈیم بننے کے اوصاف پائے جاتے ہیں اور جن کے ذریعہ روحیں اس مادی دنیا کے لوگوں کے ساتھ بات چیت کر سکتی ہیں۔

غرضیکہ مادی دنیا میں بھی اور رُوحانی دنیا میں بھی میڈیم ہی سلسلۂ پیغام رسانی قائم کرنے کا ذریعہ ہے۔ براہ راست نہ اس دُنیا کے لوگ روحوں سے بات چیت کر سکتے ہیں۔ اور نہ رُوحیں اس دُنیا کے لوگوں سے بات چیت کر سکتی ہیں، مگر طرفین اس کوشش اور جستجو میں لگے ہوئے ہیں کہ براہ راست تعلق قائم کرنے کا یا بات چیت کرنے کا کوئی آسان طریقہ معلوم کیا جائے، اگر کوئی ایسا کامیاب طریقہ معلوم ہو جائے تو عام لوگ فرضی میڈیم کی فریب کاری اور دھوکہ دہی سے بچ سکتے ہیں، جو آج کل کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

اس مادی دُنیا میں یورپ اور امریکہ کے مہذب اور ترقی یافتہ ملکوں کی روحانی سوسائیٹیاں خاص طور پر روحانی تجربات اور تحقیقات کرنے میں بڑی ہی سرگرمی سے کام کر رہی ہیں۔ یہ رُوحانی سوسائٹیاں، روحانی سائنس میں نہایت ہی گہری دلچسپی رکھتی ہیں، اور رُوحانی سائنس میں تجربات اور تحقیقات کرنے کے لئے ان کی اپنی اپنی تجربہ گاہیں قائم ہیں۔ جن میں ماہرین روحانی سائنس ہر وقت مختلف قسم کے روحانی تجربات کرنے میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں، تاکہ روحوں کی دُنیا کے ساتھ براہ راست سلسلۂ پیغام رسانی قائم کرنے کا کوئی طریقہ معلوم کر سکیں۔ مگر ابھی تک اس بارے میں ان کی کوششیں بار آور نہیں ہوئیں۔

اب روحانی تجربات اور تحقیقات کرنے کے بارے میں "روحوں کی دنیا کا حال سنئے۔ رُوحوں کی دنیا یعنی اثیری دنیا میں اس بارے میں بہت زیادہ سرگرمی

پائی جاتی ہے۔ روحیں روحانی تجربات اور تحقیقات کرنے میں بہت زیادہ گہری دلچسپی کا اظہار کر رہی ہیں۔ چنانچہ روحوں کی دنیا میں بھی ایسی شاندار تجربہ گاہیں قائم ہیں، جن میں بڑی بڑی سائنس دان روحیں تحقیقات میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ تاکہ اس مادی دنیا کے لوگوں کے ساتھ براہ راست سلسلۂ پیغام رسانی کا کوئی طریقہ دریافت کر سکیں، اس مادی دنیا کے لوگ یہ خوشخبری سن کر بڑے خوش ہوں گے کہ روحیں اس مادی دنیا کے لوگوں کے ساتھ براہِ راست سلسلۂ پیغام رسانی قائم کرنے کا ایک طریقہ دریافت کرنے میں کامیاب ہو گئی ہیں۔ وہ کامیاب طریقہ ذیل میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

روحوں کی دنیا میں تجربہ گاہوں کے اندر تمام کام ایک خاص نظام کے ماتحت بڑی باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ مختلف روحیں مختلف قسم کے فرائض سر انجام دیتی ہیں سائنس دان روحیں سائنس ہال یعنی تجربہ گاہ میں تجربات اور تحقیقات کرنے کے فرائض ادا کرتی ہیں۔ بعض روحوں کے سپرد یہ کام ہے۔ کہ وہ مادی دنیا میں روحانی مجالس کے منعقد ہونے کا سراغ لگا کر روحانی تجربہ گاہوں میں اس کی اطلاع دیں۔ بعض روحیں اعلانچی کا کام کرتی ہیں اور بعض روحیں سائنس ہال کے اندر اور بعض سائنس ہال کے باہر سائنسدان روحوں کی امداد کرتی ہیں۔ جب اس مادی دنیا میں کسی جگہ کوئی روحانی مجلس منعقد ہونے والی ہوتی ہے جس کا پروگرام میڈیم کے ذریعہ روحوں سے

بات چیت کرنے کا ہوتا ہے تو مقررکردہ روحیں فوراً اس روحانی مجلس کا سراغ لگا کر اس کی اطلاع چشم زدن میں تجربہ گاہ میں پہنچاتی ہیں۔ کیونکہ روحوں کی یعنی ایثری دنیا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پیغام پہنچانے کا کام بذریعۂ وائرلیس ہے۔ جب تجربہ گاہ میں یہ اطلاع پہنچ جاتی ہے تو اعلانچی روحیں فوراً بذریعۂ وائرلیس دوسری روحوں میں یہ اعلان کر دیتی ہیں کہ جس روح نے مادی دنیا کے لوگوں کے ساتھ براہِ راست بات چیت کرنی ہے۔ وہ فلاں تجربہ گاہ میں حاضر ہو جائے۔ چنانچہ آن کی آن میں ایسی مقررہ تجربہ گاہ کی سائنس دان روحیں اپنی مددگار روحوں کو فوراً مادی دنیا کی روحانی مجلس میں بھیجتی ہیں۔ ان کے سپرد یہ کام ہوتا ہے۔ کہ وہ روحانی مجلس کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے تمام افراد کے ایثری اجسام میں سے ایثر کی تھوڑی تھوڑی مقدار اور میڈیم کے ایثری جسم میں سے دوسروں کی نسبت ایثر کی کچھ زیادہ مقدار حاصل کر کے ایک برتن میں جمع کر لیں اور فی الفور اس برتن کو روحانی تجربہ گاہ میں لے آئیں۔ چنانچہ وہ مددگار روحیں مادی دنیا کی روحانی مجلس میں جاتی ہیں اور سائنسدان روحوں کی ہدایت کے مطابق ایثر کی مقدار ایک برتن میں جمع کر کے فی الفور روحانی تجربہ گاہ میں واپس آجاتی ہیں تب روحانی تجربہ گاہ میں سائنس دان روحیں مندرجہ بالا طریقہ سے جمع کردہ ایثر میں کچھ اور کیمیائی اجزاء ملا دیتی ہیں۔ اس طرح ایک قسم کا مرکب تیار ہو جاتا ہے اب جس روح نے اس مادی دنیا کے لوگوں کے ساتھ براہِ راست بات چیت

کم ہوتی ہے، اس روح کا سر اور مُنہ گلے تک اس مرکب میں ڈبو دیا جاتا ہے اس طرح اس روح کے سر اور منہ پر گلے تک ایک قسم کا لطیف غلاف چڑھ جاتا ہے۔ اس روح کے سر اور منہ پر اس غلاف کے چڑھنے سے اس کی آواز اور لب و لہجہ وہی ہو جاتا ہے جو اس مادی دنیا کی زندگی میں تھا، علاوہ ازیں اس کے سر اور مُنہ پر اس غلاف کے چڑھنے سے وہ روح براہ راست اس مادی دنیا کے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ جب وہ رُوح اپنی بات چیت ختم کر لیتی ہے۔ تو وہ غلاف اس کے سر اور مُنہ پر سے اتار دیا جاتا ہے اور وہ روح پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔

"جب روحوں سے مرکب کے کیمیائی اجزاء کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ کیمیائی اجزاء مادی دُنیا میں نایاب ہیں"۔

مطلوبہ مرکب تیار کرنے کے لئے اس مادی دُنیا کی روحانی مجلس کے تمام افراد اور میڈیم کے انرجی اجسام میں سے انرجی کی کچھ مقدار حاصل کرنے کے بارے میں رُوحیں یہ ثبوت پیش کرتی ہیں۔ کہ اگر روحانی مجلس کے شروع میں ہر ایک فرد اور میڈیم کا وزن نوٹ کر لیا جائے اور پھر روحانی مجلس کے خاتمہ پر ہر ایک فرد اور میڈیم کا وزن دوبارہ نوٹ کر لیا جائے تو ہر ایک فرد اور میڈیم کا وزن کم نکلے گا۔ چنانچہ اس مادی دنیا کی روحانی سوسائیٹوں نے روحانی مجالس منعقد کر کے متعدد بار تجربات کر کے صحیح نتائج اخذ کئے اور

واقعی ہر بار روحانی مجلس کے ہر ایک فرد اور میڈیم کے وزن کم پائے گئے۔ روحانی سوسائٹیوں کے ان تجربات سے ثابت ہوتا ہے کہ مطلوبہ مرکب کے تیار کرنے کے لئے ایتھ کی کچھ مقدار حاصل کرنے کے بارے میں روحوں کا بیان صداقت پر مبنی ہے اس مادی دُنیا کے لوگوں کے ساتھ براہ راست بات چیت کرنے میں روحوں کی یہ شاندار کامیابی واقعی ان کی سرگرم کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اور اس بات کا بین ثبوت ہے۔ کہ واقعی روحیں اس مادی دنیا کے لوگوں کے ساتھ براہِ راست سلسلۂ پیغام رسانی قائم کرنے کے لئے اس دنیا کے لوگوں سے زیادہ بے قرار ہیں اور سائنس دان روحیں روحانی ریسرچ ورک یعنی تحقیقات میں زیادہ دلچسپی لیتی ہیں اور اس مادی دنیا کے سائنس دانوں سے زیادہ قابل ہیں۔ اس مادی دنیا کے سائنس دانوں کو روحوں کی اس شاندار کامیابی سے سبق حاصل کرنا چاہیئے اور انہیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ رُوحوں کے ساتھ براہِ راست سلسلۂ پیغام رسانی قائم کرنے کے لئے کوئی طریقہ دریافت کر سکیں۔ روحوں کی کامیابی ثابت کرتی ہے۔ کہ اس مادی دنیا کے لوگوں کا رُوحوں کے ساتھ براہ راست سلسلۂ پیغام رسانی قائم کرنا ممکنات میں سے ہے۔

سولھواں باب

ایڈیسن اور رُوحوں کی تحقیقات

ایڈیسن موجودہ زمانے کا ایک مشہور و معروف سائنس دان ہو گذرا ہے۔ تقریباً بیس سال ہوئے۔ اس کی رُوح نے اپنے خاکی جسم سے پرواز کیا۔ شروع سے ہی سائنس میں اسے خاص دلچسپی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خداوند تعالیٰ نے اس کا دماغ خاص طور پر اختراع و ایجاد کے لئے ہی بنایا ہے۔ اپنی ۸۲ بیاسی سالہ لمبی عمر میں انہوں نے بے شمار ایجادات کیں اور سائنس کی دنیا میں خوب شہرت حاصل کی۔ گراموفون کے وہی موجد تھے۔ سب سے پہلے بجلی کی طاقت کے دریافت کرنے کا شرف انہیں ہی حاصل ہوا۔ غرضیکہ ہر لحاظ سے وہ مجسمۂ سائنس تھے۔ روحوں کی دُنیا یعنی ایثری دنیا کے متعلق وہ حالات سنتے تھے۔ یورپ اور امریکہ کی روحانی سوسائٹیوں کے سائنٹیفک تجربات اور

تحقیقات کے حالات ان کی نظر سے گذرتے تھے۔ میڈیم کے ذریعہ رُوحوں سے بات چیت کرنے پر انہیں قطعًا یقین نہ تھا اور نہ کبھی اس مادی دنیا کی رُوحانی مجالس میں شامل ہونے کا اتفاق ہُوا تھا عملی طور پر روحانی سائنس میں انہیں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اور نہ ہی روحانی مجالس کے طریقۂ کار کا مطالعہ اور مشاہدہ کرنے کی طرف کبھی توجہ کی۔

وہ ہر وقت ہمہ تن اپنی سائنس کی دنیا میں مصروف رہتے تھے اور اپنا دماغ ایجادات میں ہی صرف کرتے تھے۔ اپنے سائنس ہال یعنی تجربہ گاہ سے شاذونادر ہی باہر آتے تھے۔ آخر دنیا کی رُوحانی سوسائٹیوں کو اس مجسمۂ سائنس کے دماغ سے فائدہ حاصل کرنے کا زبردست خیال پیدا ہُوا۔ ان روحانی سوسائٹیوں کے کارپردازوں نے ایڈیسن سے میل ملاپ شروع کیا اور ان سے راہ و ربط قائم کیا۔ چنانچہ مختلف روحانی مجالس کے طریقۂ کار کا عملی طور پر مطالعہ اور مشاہدہ کرنے کا انہیں موقعہ دیا گیا۔ مختلف روحانی مجالس میں سائنٹیفک طریقہ سے میڈیم کے ذریعہ رُوحوں سے بات چیت کرنے کے تجربات ان کی موجودگی میں کئے گئے۔ اور متعدد بار عملی طور پر بذات خُود انہیں مختلف میڈیم کے ذریعے روحوں سے بات چیت کرنے کا اتفاق ہوا، آخر ان ذاتی تجربات کے بعد انہیں میڈیم کے ذریعہ روحوں سے بات چیت کرنے پر پورا پورا یقین ہو گیا۔ اور وہ آئندہ روحانی سائنس میں پوری پوری دلچسپی لینے لگ گئے نیز

نیز اس مادی دنیا کے لوگوں کے ساتھ براہ راست بات چیت کرنے میں روحوں کی شاندار کامیابی نے اس کے یقین کو اور بھی پختہ کر دیا اور اس کے دل میں یہ خیال جاگزیں کر دیا کہ روحوں کے ساتھ اس مادی دنیا کے لوگوں کا براہِ راست سلسلۂ پیغام رسانی قائم کرنا ممکنات سے ہے۔

چنانچہ ایڈیسن نے اپنی قیمتی زندگی کے آخری پندرہ سال روحانی سائینس میں تجربات اور تحقیقات کرنے میں صرف کر دئے اور آخری دم تک ہمہ تن اس کوشش اور جستجو میں لگے رہے کہ کوئی ایسا طریقہ دریافت کیا جائے یا کوئی ایسا آلہ ایجاد کر لیا جائے جو اس مادی دنیا کے لوگوں کا روحوں کے ساتھ براہِ راست سلسلۂ پیغام رسانی قائم کر دے، مگر افسوس زندگی نے وفا نہ کی اور اپنی زندگی کے خاتمہ سے پہلے وہ اس کام کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکے اور اس نہایت ہی اہم کام کو چھوڑ کر اُسے اس دُنیا سے کوچ کرنا پڑا۔

اگر چند سال اور اس کی زندگی وفا کرتی تو عین ممکن تھا۔ کہ وہ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہو جاتے، ایڈیسن کی موت کے بعد اس کی امریکن تجربہ گاہ میں اس کے جانشین سائنس دان اس کے ادھورا چھوڑے ہوئے کام کو مکمل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، خدا کرے۔ کوئی اور ایڈیسن جیسا قابل سائینس دان دنیا میں پیدا ہو۔ جو اس اہم کام کو جلد ہی پایۂ تکمیل تک پہنچا دے۔

اگر اس مادی دنیا کے سائنس دان رُوحوں کے ساتھ براہ راست سلسلہ پیغام

رسائی قائم کرنے میں کامیاب ہوجائیں تو متوفیٰ کے عزیزو اقارب اور دوست احباب کی اس موت کے بعد اس کی جدائی کو زیادہ محسوس نہیں کریں گے۔ جب طبیعت مرحوم کی جدائی کو محسوس کر کے ذرا اُداس ہوئی تو جھٹ اس کی رُوح سے براہ راست بات چیت کر کے اپنے دل کو تسکین دے لی۔ علاوہ ازیں اس مادی دُنیا کا ایثری دُنیا یعنی روحوں کی دُنیا سے براہ راست تعلق قائم ہوجانے سے اس دُنیا کے نظام اور معاملات میں بہت سی سہولتیں پیدا ہونے کا امکان ہے مرحوم کے ادھورے کاموں یا پوشیدہ معاملات کا اس کی رُوح سے براہ راست پتہ لگ سکتا ہے مدفون اشیاء یا گم شدہ چیزوں کا سراغ بڑی آسانی سے مل سکتا ہے اکثی ضروری معاملات میں اپنے عزیزو اقارب کی رُوحوں سے مشورہ لیا جاسکتا ہے غرضیکہ اس مادی دنیا کا ایثری دنیا کے ساتھ براہ راست سلسلۂ پیغام رسانی قائم ہوجانے سے اس مادی دُنیا میں ایک نمایاں تغیر پیدا ہو سکتا ہے۔

سترھواں باب

امریکن ڈاکٹروں کا روح کے متعلّق حالیہ تجربہ

امریکہ کے زندہ دل دولت مند ڈاکٹروں کو خیال آیا۔ کہ روح انسانی کی تحقیقات ابھی تک تاریکی میں ہے۔ اس کی نسبت عیسائیت نے اپنی مذہبی کتابوں میں کچھ نہیں لکھا۔ رسولان حضرات متی، لوقا، مرقس، یوحنا اس جگہ خاموش نظر آتے ہیں۔ عہدنامہ قدیم و جدید دونوں سے ہی اس امر کا پتہ مطلق نہیں چلتا کہ روح کیا شے ہے؟ مفرد ہے یا مرکب، مادی ہے یا غیر مادی۔ فانی ہے یا جاودانی۔ اس کا جسم کیسا ہے اور رنگ کیسا ہے۔ پیدا شدہ ہے یا غیر پیدا شدہ؟ ان باتوں کے متعلق ابھی تک عیسائی دنیا بالکل اندھیرے میں ہے، ضرورت ہے کہ اس کے متعلق عینی تحقیقات کی جائے۔

چنانچہ اہل یورپ کی طرح اہلِ امریکہ بھی دولت مند ہیں اور جدید تحقیقات

ہیں وقت اور روپیہ خرچ کر دینے میں ذرا بھی دریغ نہیں کرتے۔ ان کے دماغ آزاد ہیں اور وہ مذہبی غلامی میں اپنے دماغوں کو مقید نہیں کرتے، جیسے کہ بعض علماء لکیر کے فقیر نظر آتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی عقل اور دماغ کو مذہب کا اس قدر پابند کر رکھا ہے کہ جدید ترقی کی راہ میں قدم اٹھانا کفر سمجھتے ہیں اور اپنے مذہبی پیشواؤں کے پیچھے اس طرح رواں ہیں، جیسے ساربان کے پیچھے اونٹوں کی قطار

خیر یہ تو جملۂ معترضہ تھا۔ اب اصلی قصّہ سُنئے۔ آمدم برسر مطلب، امریکہ کے ڈاکٹروں نے روح کی تحقیقات کے متعلق حالات معلوم کرنے کے لئے ایک شیشہ کا کمرہ بنایا۔ جس کی تمام ہوا نلکیوں کے ذریعہ نکال دی گئی اور ایک ایسے آدمی کو جو قریب المرگ تھا۔ اس کے رشتہ داروں کو کثیر زر نقد دے کر تجربہ گاہ میں لے آئے۔

اہل امریکہ جانتے تھے کہ جس کمرہ میں ہوا نہ ہو۔ اس میں تندرست آدمی زیادہ عرصہ تک زندہ نہیں رہ سکتا اور کجا کہ بیمار۔ اور بیمار بھی کیسا کہ قریب المرگ اس آدمی کو اس بغیر ہوا کے مکان میں لٹا کر آپ بیٹھ گئے اور روح کا نظارہ کرنے لگے۔

لیکن افسوس کہ ان کی ساری اُمیدوں، تمام آرزوؤں پر پانی پھر گیا۔ جبکہ انہوں نے دیکھا کہ اس شیشے کے مکان کی چھت کا آئینہ یکایک تڑاخ سے ٹوٹا اور کوئی شے باہر نکل گئی اور وہ جسم انسانی بالکل مُردہ نظر

آ یا۔ اس تجربہ کی خامی سے ان کو بہت افسوس ہؤا کہ ساری محنت اور روپیہ رائیگاں گیا۔

کچھ دنوں کے بعد دوسری بار ڈاکٹروں نے تجربہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور پہلے جیسا ہی شیشے کا مکان بنوایا اور ایک ایسے ہی قریب المرگ شخص کو اسی طرح شیشے کے مکان میں رکھا جو ہوا سے بالکل خالی تھا۔ اور آپ چاروں طرف اس مکان کے گرد تیز تیز خوردبینیں لے کر بیٹھ گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ :۔

تھوڑی ہی دیر بعد مریض کے منہ سے ایک بنفشی رنگ کا دھواں سا نکلا اور اس دھوئیں کی تمام مقدار اس آدمی کے جسم کی طرح بن گئی۔ یعنی مُنہ، ناک، کان، گردن، سینہ، پیٹ اور ٹانگیں ٹھیک ویسی ہی اس بنفشی دُھوئیں یعنی ایثر کی بنی ہوئی نظر آئیں اور ناف سے اُس دخانی جسم تک ایک باریک ڈورا لگا ہؤا دکھائی دیا۔ یہ جسم جدید جو دھوئیں کا سا بنا ہؤا تھا۔ وہ اس اصلی جسم کی طرف حسرت بھری نظروں سے دیکھتا ہؤا دکھلائی دیتا تھا۔ تھوڑی دیر میں اُس ناف سے اس دخانی جسم تک جو ڈورا سا بندھا ہؤا نظر آتا تھا۔ یکا یک ٹوٹا اور اُس دھوئیں کا گولہ بن کر اوپر کو چلا جس کے زور سے مکان کا شیشہ چٹاخ سے ٹوٹا اور دخانی گولہ باہر نکل گیا۔

ڈاکٹروں نے اس ترکیب سے معلوم کر لیا۔ کہ روح کے جسم کا رنگ اور شکل ایسی ہوتی ہے لیکن ابھی تک اور بہت سی باتوں کا پتہ نہیں لگا سکے۔

یہ تھا روح کا نظارہ جو امریکن ڈاکٹروں نے دیکھا ہے۔ لیکن مادی غیر مادی، فانی یا جاودانی ہونے کی طرف سے اب بھی اسی طرح ناواقف ہیں جیسے کہ پہلے تھے۔

اٹھارھواں باب

رُوحانی طاقت

ہر ایک شخص اپنے آپ میں رُوحانی طاقت پیدا کر سکتا ہے اور ولی اللہ کا رتبہ حاصل کر سکتا ہے۔ اپنے خیالات کی لہروں کو براہ راست چشم زدن میں دور دراز جگہوں میں دوسروں تک پہنچا سکتا ہے اور دُوسروں کے پیغامات کو چشم زدن میں موصول کر سکتا ہے۔ ایتھری دنیا یعنی روحوں کی دنیا کے ساتھ اپنا تعلق براہِ راست قائم کر سکتا ہے اور روحوں کو اپنا پیغام پہنچا سکتا ہے اور رُوحوں کے پیغام کو موصول کر سکتا ہے۔ وُہ گھر بیٹھے بٹھائے دور دراز جگہوں کے نظارے اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ گویا ایسے رُوحانی طاقت رکھنے والے شخص کا دل و دماغ براڈکاسٹنگ مشین کا کام بھی کر سکتا ہے اور ٹیلی ویژن ریڈیو سیٹ کا بھی۔

پیشتر ازیں کہ ہم ایسی روحانی طاقت اپنے آپ میں پیدا کرنے کی کوشش کریں ہمیں رُوحانی طاقت رکھنے والے شخص کی زندگی اور اُس کے اوصاف کا بغور مطالعہ کرنا چاہئے۔

ایسے شخص کی دُنیاوی زندگی ہر لحاظ سے نہایت ہی پاک صاف ہوتی ہے اس کے خیالات، اقوال اور افعال نہایت ہی پاکیزہ ہوتے ہیں وہ گناہوں کی کثافتوں سے بالکل مبرا ہوتا ہے اور ہمہ تن خداوند تعالیٰ کی محبت میں رنگا ہوا ہوتا ہے۔ خدمتِ خلق اس کی زندگی کا نصب العین ہوتا ہے۔ اس کا ایثری جسم زیادہ لطیف حالت میں ہوتا ہے یعنی عام لوگوں کے مقابلہ میں اس میں ایثر لطیف حالت میں زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے۔ لطافت کے لحاظ سے اس کا ایثری جسم ایثری دنیا یعنی "روحوں کی دُنیا" کے ساتھ پیوستہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کا ایثری دنیا کے ساتھ براہِ راست تعلق قائم ہوتا ہے۔

اپنے آپ میں روحانی طاقت پیدا کرنے کے ذرائع پر ذیل میں تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

اوّل:- روحانی طاقت رکھنے والے شخص میں ایثر زیادہ لطیف حالت میں ہوتا ہے اور زیادہ مقدار میں ہوتا ہے۔ اس لئے زیادہ لطیف حالت میں ایثر کے اجزا اپنے آپ میں پیدا کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اشیاء سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(۱) تازہ ہوا

تازہ ہوا میں خاص کر سرسبز پہاڑوں کی تازہ ہوا میں جو میدانی علاقہ کے گرد و غبار کے ذرات سے بالکل پاک صاف ہوتی ہے۔ ایتھر کے اجزا زیادہ پائے جاتے ہیں اس لئے گاؤں یا شہر سے باہر کچھ فاصلہ پر علی الصبح اور شام روزانہ کسی صاف جگہ اور کھلی ہوا میں سانس کی ورزش تقریباً آدھ گھنٹہ کرنی چاہیئے۔ اگر گاؤں یا شہر سے باہر کوئی باغ ہو جس میں مختلف قسم کے خوشبودار پھول لگے ہوئے ہوں تو وہ پُر فضا جگہ سانس کی ورزش کے لئے اور زیادہ موزوں ہے۔ اس کے علاوہ کھلی ہوا میں زیادہ سے زیادہ وقت گذارنا بڑا مفید ہے۔

(۲) پھولوں کی خوشبو:

پھولوں کی خوشبو میں ایتھر کے اجزا بہت زیادہ پائے جاتے ہیں اس لئے صبح و شام روزانہ سرسبز اور خوشبودار پھولوں کے باغ میں ورزش کرنا اور سیر کرنا زیادہ مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ روحانی بزرگ ایسی پُر فضا جگہ کو بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔

(۳) خالص دودھ۔ مکھن۔ گھی۔ شہد

ان چیزوں میں بھی ایتھر کے اجزاء پائے جاتے ہیں اس لئے اعتدال کے ساتھ ان اشیاء کا استعمال زیادہ مفید ہے۔

(۴) مختلف قسم کے تازہ پھل اور سبزیات۔

تازہ پھلوں اور سبزیات میں بھی ایثر کے اجزا زیادہ پائے جاتے ہیں اس لئے اعتدال کے ساتھ ان چیزوں کو کھانا بہت فائدہ مند ہے۔

(۵) ہر قسم کی نشو ونما اور تروتازگی دینے والی خوراک۔

اس میں ایثر کے اجزا پائے جاتے ہیں اس لئے ایسی خوراک فائدہ مند ہوتی ہے۔

(۶) اِنسان کی قوتِ مردمی یعنی مادۂ تولید

ہر انسان میں مادۂ تولید ایک نہایت ہی قیمتی اور بے بہا جوہر ہے۔ جس میں ایثر کے اجزاء بڑی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ حدِ اعتدال کے اندر رہ کر اس کا استعمال جائز ہے۔ اسے بے اعتدالی سے ضائع کرنا روحانی طاقت کو ضائع کرنا ہے۔ ہر انسان کا فرض ہے کہ ایسے قیمتی اور بے بہا جوہر کو محفوظ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے اور اسے بے فائدہ ضائع نہ ہونے دے۔

دُوم۔ مندرجہ بالا اشیاء سے لطیف ایثر کے اجزا حاصل کر کے اپنے آپ میں رُوحانی طاقت پیدا کرنے کے علاوہ مندرجہ ذیل باتوں پر پورے طور پر عمل کرنے سے رُوحانی طاقت میں مزید نمایاں اضافہ ہو سکتا ہے۔

(۱) تندرستی اور صحت کے اصولوں کی پورے طور پر پابندی (تندرست جسم میں ہی تندرست دماغ ہوتا ہے۔)

(۲) پاکیزہ زندگی۔ پاکیزہ خیالات۔ پاکیزہ اقوال۔ پاکیزہ افعال

(۳) خداوند تعالیٰ کی عبادت۔ پنج وقتہ نماز کی ادائیگی

روزِ محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسشِ نماز بود

انسان کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے یعنی وہ اپنے آپ کو پوری عاجزی کے ساتھ خداوند تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری میں لگا دے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں عبادت کو انسان کی زندگی کی اصل غرض فرمایا ہے۔

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (سورہ الذاریات ۵۶/۵۱) — ہم نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

کیونکہ انسان اپنے رُوحانی کمال کو نہیں پا سکتا جب تک اپنے قوے کو اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری میں نہ لگا دے۔ عبادت انسان کی اپنی بہتری کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات غنی ہے۔ اُس کو نہ کسی کی عبادت سے فائدہ پہنچتا ہے نہ عدمِ عبادت سے نقصان۔

عبادت ہی خدا سے تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ عبادتِ الٰہی پر رُوحانی ترقی کا مدار ہے۔ اسی سے ہی انسان کو اطمینانِ قلب اور فلاح ملتی ہے۔ نفسِ مطمئنہ کا مرتبہ ذکرِ الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔ جسے اس دنیا میں نفسِ مطمئنہ مل گیا۔ اسے دنیا میں ہی جنّت مل گئی۔

اسلام نے نماز اور زکوٰۃ کو پاکیزگیٔ نفس یا کمالِ نفس کا ذریعہ قرار دیا ہے

نماز سے زیادہ تر غرض ان کمالاتِ انسانی کا حصول ہے جو اپنے نفس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ صرف نماز سے ہی انسان اپنے کمال کو حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ زکوٰۃ کی صورت میں مخلوقِ خدا کی خدمت یا ہمدردیٔ مخلوق ساتھ نہ ہو۔ الغرض اسلام نے نماز کو تمام اخلاقِ فاضلہ کی جڑ اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کا واحد ذریعہ قرار دیا ہے

علمائے روحانیت کافی غور و خوض کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہر انسان میں ایک برقی قوت یا قوتِ جاذبہ موجود ہے۔ جو نیک کرداری سے نہ صرف محفوظ رہتی ہے۔ بلکہ بڑھ کر آدمی کو جاذبِ خلق بنا دیتی ہے اور بدعملی سے تباہ ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک متّقی انسان دنیا کو کھینچتا ہے اور ایک بدکردار سے دنیا بھاگتی ہے۔ نماز اس قوّتِ جاذبہ کی خالق بھی ہے اور محافظ بھی۔ روحانی ارتقا کے علاوہ نماز ایک بہترین جسمانی ورزش بھی ہے۔ رکوع و سجود اور قیام و قعود میں بعض ایسے پٹھوں پر دباؤ پڑتا ہے کہ طبیعت چاک و چوبند ہو جاتی ہے۔ مشاہدے میں آیا ہے کہ ستر برس کے نمازی بوڑھے کی صحت پینتیس سال کے ایک بے نماز کاہل جوان سے اچھّی ہوتی ہے۔

نماز بے حیائی اور بُرائی سے روکتی ہے اور ہر قسم کے گناہوں سے بچاتی ہے۔ اسی لئے خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک میں بار بار تاکیدِ نماز فرمائی ہے۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ط

(۴) نیک اور صالح لوگوں کی صحبت ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند صحبتِ طالح ترا طالح کند

(۵) اعلیٰ اخلاق۔ سچائی۔ ایمانداری۔ دیانتداری۔ وفاداری۔

(۶) نیک عادات

(۷) اپنے دنیوی اور دینی فرائض کو ایمانداری اور وفاداری سے ادا کرنا۔

(۸) بے غرض خدمتِ خلق۔

(۹) اپنے آپ کو کسی نہ کسی نیک کام میں مصروف رکھنا۔

(۱۰) اپنے جذبات پر پورا پورا قابو رکھنا یعنی غم۔ غصہ۔ مایوسی یا خوشی کو اپنے اوپر غالب نہ آنے دینا۔

(۱۱) نشیات سے مکمل پرہیز۔

(۱۲) ہر ایک کام کو حدِ اعتدال کے اندر رہ کر کرنا۔

(۱۳) کام کے بعد آرام۔

(۱۴) بے چینی۔ بے آرامی۔ تفکرات اور غم سے نجات۔

(۱۵) ناچ۔ راگ رنگ۔ عشقیہ کھیل تماشوں سے مکمل پرہیز۔

(۱۶) آخرت پر یقین۔ بدی کی اصل وجہ یہی ہے کہ انسان زندگی بعد الموت کا انکار کرتا ہے۔ ہر ایک فعلِ بد کا نتیجہ چونکہ اس دنیا میں نہیں ملتا۔ اس لئے وُہ یہ خیال کرتا ہے۔ کہ فعلِ بد کر لیا جائے تو کیا ہرج ہے۔ آخرت پر یقین ہی انسان

کے اندر اپنے افعال کی ذمہ داری کا پورا پورا احساس پیدا کرتا ہے۔ اعمال کی جزا سزا پر جب تک یقینِ کامل نہ ہو۔ اُس وقت تک انسان گناہ سے نہیں بچ سکتا اور حق اس میں منعکس نہیں ہوتا۔ نیکیوں سے دل کا شیشہ منور ہو جاتا اور حق اس میں منعکس ہوتا ہے۔

(۱۷) تقویٰ۔ اصلاحِ شریعت میں تقویٰ اپنے آپ کو ہر قسم کی برائی یا گناہ میں پڑنے سے بچاتا ہے متقی وہی ہے جو حقوق کی حفاظت کرتا ہے اور گناہ حقوق اللہ یا حقوق العباد کے ضائع کرنے کا نام ہے۔ گناہوں سے انسان کے دل کا شیشہ سیاہ ہو جاتا ہے۔

سوم۔ مندرجہ ذیل باتوں سے روحانی لطافت زائل ہو جاتی ہے:۔

(۱) کمزور صحت۔ تندرستی اور صحت کے اصولوں سے لاپروائی۔

(۲) روزانہ ورزش اور غسل نہ کرنا۔

(۳) قوتِ مردمی یعنی مادہ تولید کو بے اعتدالی سے ضائع کرنا۔ عیاشانہ زندگی۔

(۴) ہر وقت عورتوں کے خیالات میں غلطاں پیچاں رہنا۔

(۵) غلیظ زندگی۔ غلیظ خیالات۔ غلیظ اقوال۔ غلیظ افعال۔

(۶) بد عادات

(۷) بد اخلاقی مثلاً جھوٹ۔ مکر و فریب۔ دھوکا۔ بے وفائی۔

(۸) برے لوگوں کی صحبت

(۹) خداوند تعالٰے کی یاد سے غفلت۔

(۱۰) اپنے دینی اور دنیوی فرائض کو ایمانداری اور وفاداری سے ادا نہ کرنا۔

(۱۱) بیکاری کا رِ شیطانی یہ بیکار دماغ شیطان کا کارخانہ ہوتا ہے۔

(۱۲) اپنے جذبات پر قابو نہ رکھنا۔ حد سے زیادہ غم۔ غصّہ۔ مایوسی یا خوشی سے مغلوب ہو جانا۔ حسد۔ حرص و ہوا۔ غصّہ۔ شہوت۔ مالِ دنیا کی محبّت کے جذبات دل میں آگ پیدا کرتے ہیں اسی طرح انسان آپ اپنے لئے آگ بناتا ہے۔ یہ آگ پہلے دل سے ہی بھڑکتی ہے اور پھر لمبے ستونوں میں چاروں طرف سے انسان کو گھیر لیتی ہے اور اس کی روحانی طاقت کو تباہ کر دیتی ہے۔ اس طرح انسان اپنے ہاتھ سے ہی جہنّم تیار کرتا ہے اور وہی جہنّم قیامت کے دن اس کے سامنے لائی جائے گی۔ آگ ہی قیامت کا بدترین عذاب ہے اور آگ یا جلن ہی اس دنیا میں انسان کے سارے امن و اطمینان کو برباد کر دیتی ہے۔ دنیا کی کامیابی بھی یہی ہے کہ انسان آگ سے بچے اور آخرت کی فلاح بھی یہی ہے کہ دوزخ یعنی آگ سے نجات پائے۔

(۱۳) منشیات کا استعمال

(۱۴) ہر ایک کام کو حدِ اعتدال سے باہر جا کر کرنا۔

(۱۵) نشو و نما اور ترو تازگی نہ دینے والی خوراک۔ ثقیل غذا۔

(۱۶) ہر وقت بے چینی۔ بے آرامی۔ تفکّرات اور غم میں محو رہنا۔

(۱۷) ناچ۔ راگ رنگ۔ عشقیہ کھیل تماشے۔

انیسواں باب

کرۂ ایثر اور آئندہ پچاس سال

کسی پہلے باب میں بتلایا جا چکا ہے کہ ایثر ایک لطیف مادہ ہے۔ جو زمین سے لے کر آسمان تک ہر وقت اس کرۂ ارض کے اردگرد ہر طرف لطیف حالت میں موجود ہے یعنی یہ کرۂ ایثر اس کرۂ ارض کا غلاف ہے۔ لطیف حالت میں ہونے کی وجہ سے یہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے اس کے علاوہ ہمارے کرۂ ارض کے اردگرد ہر طرف کرۂ ہوا بھی ہے مگر یہ کرۂ ہوا زمین سے آسمان کی طرف کرۂ ارض کے اردگرد چند میلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ اس سے آگے کرۂ ہوا کی حد ختم ہو جاتی ہے۔ اس کرۂ ہوا میں ہوا اور ایثر دونوں پائے جاتے ہیں۔ اس کرۂ ہوا سے اوپر چاروں طرف آسمان تک خلا ہے۔ جہاں ہوا کا نام و نشان تک نہیں۔ اس خلا میں آکسیجن نہ ہونے

کی وجہ سے کوئی جاندار چیز زندہ نہیں رہ سکتی۔ مگر یہ کرۂ خلا آسمان تک ایتھر کے لطیف مادہ سے بھرپور ہے۔

سائنس کی جدید ترین تحقیقات کے مطابق کرۂ ارض سے آسمان کی طرف تقریباً پچاس میل اوپر اس کرۂ زمین کی کشش ثقل ختم ہو جاتی ہے۔ اگر اس کرۂ زمین سے کوئی مادی چیز اس حد سے اوپر خاص تیز رفتار مکینیکل راکٹ (ہوائی) کے ذریعہ بھیجی جائے تو وہ مادی چیز اس کرۂ زمین پر واپس نہیں گرے گی۔ بلکہ وہاں کرۂ ایتھر میں گھومتی رہے گی۔ اگر جاندار چیز ہے تو وہاں آکسیجن نہ ہونے کی وجہ سے زندہ نہیں رہ سکے گی۔ مگر زندگی سے محروم ہو کر وہ چیز بھی وہاں کرۂ ایتھر میں گھومتی رہے گی۔

سائنس کی تازہ دریافت کے مطابق کوئی مادی چیز کرہ ایتھر کی مندرجہ بالا حد کے اندر پہنچ کر ساکن نہیں رہ سکتی۔ وہ وہاں ہمیشہ گھومتی رہے گی۔ گھومتے گھومتے کچھ عرصہ کے بعد اگر وہ چیز کسی سیارہ کی کشش ثقل کی زد میں آجائے گی تو وہ اس سیارہ پر گر پڑے گی۔

اس کرۂ ایتھر میں تمام اجرامِ فلکی ایک ہی قانون کے ماتحت اپنے اپنے دائرے میں گھوم رہے ہیں۔ کوئی ساکن نہیں ہے۔ قرآن حکیم کے اندر سورۂ یٰسین ۳۶/۴۰ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ — اور سب سیارے (اپنے اپنے)

يَسْبَحُوْنَ ۝ دائروں میں چل رہے ہیں۔

اس آیت میں "سبح" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جو سیال چیز میں تیرنے پر بولا جاتا ہے۔ اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب اجرام سماوی کسی ٹھوس چیز پر نہیں بلکہ کسی رقیق چیز میں گردش کر رہے ہیں اور یہ رقیق چیز ایثر ہے۔ جو جو لطیف حالت میں زمین کے ارد گرد چاروں طرف زمین سے لے کر آسمان تک پایا جاتا ہے۔ کیونکہ کرۂ ہوا تو ایک خاص حد کے بعد ختم ہو جاتا ہے لہٰذا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کرۂ ایثر میں سب سیارے اپنے اپنے دائروں میں گھوم رہے ہیں۔ سائنس نے تو اس بات کا انکشاف زمانہ حال میں کیا ہے۔ مگر قرآنِ حکیم نے اس بات کو آج سے پورے چودہ سو سال پہلے تبلا دیا تھا۔

سورج بھی جس کو ہم خیال کرتے ہیں۔ کہ ساکن ہے۔ اپنی جگہ پر کرۂ ایثر میں گھوم رہا ہے۔ درحقیقت وہ ساکن نہیں ہے۔

سورہ یٰسین $\frac{38}{36}$ میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۝ اور سورج اپنے مقرر رستہ پر چلتا رہتا ہے۔

سائنس سے آج یہ بات ثابت ہے۔ کہ یہ کل نظامِ شمسی جس کا مرکز سورج ہے۔ ایک اور عظیم الشان ستارے کے گرد حرکت کر رہا ہے۔ قرآنِ حکیم نے

مندرجہ بالا آیت میں اس راز کا انکشاف آج سے پونے چودہ سو سال پہلے کر دیا تھا۔

(۱) کرۂ ایثر میں تفریح گاہیں اور ہوٹل

چند سال ہوئے بمبئی کے مشہور ہفتہ وار اخبار ٹائمز آف انڈیا میں کرۂ ایثر کے اندر تفریح گاہیں اور ہوٹل کے موضوع پر ایک دلچسپ آرٹیکل شائع ہوا تھا۔ اس کے متعلق مندرجہ ذیل حالات قارئینِ کرام کے لئے باعثِ دلچسپی ہوں گے۔

سائنس کی مندرجہ بالا جدید ترین تحقیقات اور تازہ ترین دریافت کے تحت میں آئندہ پچاس سال کے اندر اندر کرۂ ایثر میں ایسی تفریح گاہیں اور ہوٹل بن سکیں گے۔ جو امیر لوگوں کی تفریح طبع کے لئے کشش کے مراکز ہوں گے۔ امیر لوگ تفریحِ طبع کے لئے صحت افزا پہاڑی مقامات یا بندرگاہوں میں جانے کی بجائے ان آسمانی تفریح گاہوں میں جانا زیادہ پسند کریں گے اور ان میں کچھ عرصہ قیام کریں گے۔ یہ تفریح گاہیں کرۂ ایثر کی اس حد سے اوپر بنائی جا سکیں گی۔ جہاں کہ اس کرۂ ارض کی کششِ ثقل ختم ہو جاتی ہے چونکہ کرۂ ایثر کی اس حد کے اندر پہنچ کر کوئی مادی چیز ساکن نہیں رہ سکتی بلکہ ہمیشہ گھومتی رہتی ہے۔ اس لئے یہ تفریح گاہیں کرۂ ایثر میں ساکن نہیں ہوں گی بلکہ گھومنے والی ہوں گی۔ اس وجہ سے اور بھی زیادہ دلچسپ ہوں گی۔

آپ نے کسی میلہ یا نمائش کے موقعہ پر بجلی کی طاقت سے گھومنے والا چکر دیکھا ہوگا۔ جسے انگریزی میں میری گوراؤنڈ (MATTY GO ROUND) کہتے ہیں۔ اس میں لکڑی یا لوہے وغیرہ کے بنے ہوئے گھوڑے۔ ہاتھی اور موٹر کاریں وغیرہ فٹ کئے ہوتے ہیں۔ ان پر سوار ہوکر بچے مرد اور عورتیں خوب لطف اُٹھاتے ہیں۔ بجنسہٖ اسی طرح ان گھومنے والی تفریح گاہوں سے امیر لوگ لطف اندوز ہوں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی تفریح گاہیں اس کرۂ اثیر میں کب معرضِ وجود میں آسکیں گی۔ اس سوال کا جواب سائنس دان ہی دے سکتے ہیں۔ پیشتر اس کے کہ یہ تفریح گاہیں معرضِ وجود میں آسکیں۔ سائنس دانوں نے مندرجہ ذیل تین مشکلات کا حل دریافت کرنا ہے۔

اوّل۔ مقررحد سے اُوپر کرۂ اثیر میں آکسیجن مہیا کرنے کا انتظام تاکہ انسان وہاں پہنچ کر زندہ رہ سکے۔

دوم۔ مقررحد سے اُوپر کرۂ اثیر میں اس کرۂ زمین کی کشش ثقل ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کرۂ ارض کی کوئی چیز خواہ جاندار ہو۔ خواہ بے جان وہاں پہنچ کر پھر اس کرۂ ارض میں واپس نہیں آسکتی۔ ایسا طریقہ دریافت کرنا جس سے انسان معہ مال و اسباب کرۂ اثیر سے آسانی کے ساتھ کرۂ ارض پر واپس آسکے

سوم - ایسے خاص تیز رفتا ہوائی جہاز جن کو انگریزی میں راکٹ پلین (Rocket Plane) کہتے ہیں تیار کرنا۔ جو کم سے کم وقت میں اس کرۂ ارض کے انسانوں اور مال و اسباب کو وہاں پہنچا سکیں اور وہاں سے پھر آسانی کے ساتھ واپس لا سکیں۔

جب سائنس دان ان تین مشکلات کا حل دریافت کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو یہ تفریح گاہیں معرضِ وجود میں آسکیں گی۔ اگر زمانہ کے حالات نارمل اور موافق رہے اور سائنس دانوں کو تمام ضروری سہولتیں بہم پہنچائی گئیں۔ تو یقین غالب ہے کہ آئندہ پچاس سال کے اندر اندر وہ ان تمام مشکلات کا حل دریافت کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔ سائنس دانوں کی کامیابی کی صورت میں سب سے پہلے تو مقررہ حد سے اوپر کرۂ اثیر میں آکسیجن مہیا کرنے کا انتظام کیا جائے گا اس کے بعد وہاں بذریعہ راکٹ پلین ماہرینِ فنِ عمارت، قابل انجنیر، معمار، مزدور، عمارتی سامان مثلاً اینٹ، پتھر، لکڑی لوہا، چونا، سیمنٹ وغیرہ وغیرہ بھیجنے کا انتظام کیا جائے گا۔ پھر اس پر نقشہ (پلین) کے مطابق باقی عمارت مکمل کی جائے گی۔ اس نمونہ کی اور شاندار عمارتیں کرۂ اثیر میں مختلف جگہوں میں معرضِ وجود میں آئیں گی۔ کرۂ اثیر میں یہ شان دار عمارتیں آئندہ زمانہ میں امیر لوگوں کے لئے تفریح گاہوں اور ہوٹلوں کا کام دیں گی۔

(۲) کرۂ ایثر میں تباہی کا پلیٹ فارم

زمانۂ حال کی دوسری عالمگیر جنگِ یورپ کے دوران میں بمبئی کے مشہور ہفتہ وار اخبار "ٹائمز آف انڈیا" میں "کرۂ ایثر کی تباہی کا پلیٹ فارم" کے موضوع پر ایک اور دلچسپ آرٹیکل شائع ہوا تھا۔ اس کے متعلق مندرجہ ذیل حالات قارئین کرام کے لئے دلچسپی کا باعث ہوں گے۔

دوسری عالمگیر جنگِ یورپ کے دوران میں اور اس سے پہلے دُنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کے سائنس دان نہایت خطرناک اور تباہ کن آلاتِ جنگ ایجاد کرنے میں ہمہ تن مصروف رہے۔ ان تباہی پیدا کرنے والی ایجادات میں جرمنی سب طاقتوں پر سبقت لے گیا۔ ایٹم بم بھی جرمن سائنس دانوں کی ہی ایجاد ہے۔ جرمنی کے ڈکٹیٹر ہٹلر کے سائنس دانوں نے ایسے ایسے عجیب و غریب دُنیا کو تباہ کرنے والے آلاتِ جنگ بنائے کہ تمام دُنیا دنگ رہ گئی آخر یہی خطرناک اور تباہ کن آلاتِ جنگ جرمنی کی تباہی اور ہٹلر کی شکست اور موت کا موجب ہوئے

"چاہ کن را چاہ درپیش"

"جو شخص دوسروں کی تباہی کے لئے کنواں کھودتا ہے۔ وہ خود ہی اس میں گر کر تباہ ہو جاتا ہے"

ہٹلر کو اپنے سائنسدانوں پہ بڑا ناز تھا۔ وہ انہی کے بل بوتے پر تمام دنیا کو فتح کرنے پہ تلا ہوا تھا۔ خواہ اسے کتنا ہی کشت و خون اور تباہی کرنی پڑے۔ جرمن سائنس دان ایٹم بم سے بھی زیادہ خطرناک اور تباہ کن آلاتِ جنگ ایجاد کرنے میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ ان کی ایک تجویز یہ تھی کہ مقررہ حد سے اوپر کرۂ اثیر میں ایک پلیٹ فارم بنایا جائے۔ جس پہ ایک بہت بڑا آتشی شیشہ نصب کیا جائے اور اس آتشیں شیشہ کے ذریعہ سورج کی شعاعیں یکجا کر کے دشمن کے جس ملک کو تباہ کرنا ہو اُسے جلا کر راکھ کر دیا جائے۔ اس سے بھی زیادہ تباہ کن دوسری تجویز یہ تھی کہ اس پلیٹ فارم پر ایک مشین نصب کر دی جائے جو براہِ راست سورج کی شعاعوں سے بجلی کی طاقت حاصل کرے اور اس زبردست بجلی کی طاقت سے ہٹلر اپنے تمام دشمنوں کو مغلوب کر کے تمام دنیا پہ اپنی حکومت قائم کر سکے۔ یہی وہ تباہی کا پلیٹ فارم تھا۔ جسے ہٹلر کے سائنس دان دوسری عالمگیر جنگِ یورپ کے خاتمہ سے پہلے کرۂ اثیر میں بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے رہے۔ مگر ان ہی مشکلات کی وجہ سے جو کرۂ اثیر میں تفریح گاہیں بنانے میں حائل ہیں۔ جرمن سائنس دان اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکے اور ہٹلر کی تمام دنیا کو فتح کرنے کی سکیم ادھوری رہ گئی۔ آخر اسی ہوس اور حسرت کو اپنے دل ہی میں لئے ہوئے اس دنیا سے چل بسا۔ مگر دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں خاص کر روس اور امریکہ میں اب بھی دنیا گیری کی ہوس موجود

ہے اور یقین غالب ہے کہ آئندہ پچاس سال کے اندر اندر جلدی ہی روس یا امریکہ کے سائنس دان کرۂ ایثر میں یہ تباہی کا پلیٹ فارم بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جس طاقت نے سب سے پہلے اس تباہی کے پلیٹ فارم کو بنا لیا۔ وہ تمام دنیا پر اپنی حکومت قائم کر سکے گی۔

(۳) کرۂ ایثر میں ستاروں کی مخلوق سے تعلقات

یوں تو تاریخ کے ہر دور میں انسان نے رازِ کائنات معلوم کرنے اور عناصر پر قدرت حاصل کرنے کی ہمیشہ کوشش فرمائی ہے۔ لیکن بیسویں صدی میں آدم کے بیٹوں کے ذوقِ علم اور اظہارِ خودی کی جولانیاں اور بے تابیاں انسان کے اشرف ہونے کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اور کیوں نہ ہو کہ ؎

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیائے آب و گل کے تمام طلسم اب ٹوٹا چاہتے ہیں اور انسان کی خودی لیکن باغی روح ان تمام نقابوں کو نوچ لینا چاہتی ہے جو لالہ و گل اور مہر و انجم کی شکل میں پڑے ہوئے ہیں۔

ایک دن وہ بھی تھا کہ ہمارے بابا آدم کو خلد سے نکالا گیا تھا اور آج وہ دن بھی آ گیا کہ آدم کے بیٹے مہ و خورشید پر کمندیں ڈال رہے ہیں۔ جنہیں آسمان

سے زمین پر پھینک دیا گیا تھا۔ آج ان کی اولاد اس آسمان کے تارے نوچ لینا چاہتی ہے۔ جن سے زمین و آسمان اور ان کے تمام راز چھپائے گئے اور آنکھوں میں خاک ڈال کر زمین و آسمان اور موت و حیات کے درمیان لاکر چھوڑ دیا گیا۔ آج وہ اس راز کی گرہ کھولنے کے درپے ہے۔ بیسویں صدی کا انسان آسمان کے جھلملاتے اور چمکتے دمکتے دریچوں میں جھانکنے کی کوشش کر رہا ہے۔ آئیے ہم آپ کو بتائیں۔

قرآن پاک کی رو سے اجرامِ فلکی میں بھی آبادی ہے اور وہ لوگ بھی خداوند تعالیٰ کی ہدایتوں کے پابند ہیں۔ قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیت اس امر پر روشنی ڈالتی ہے :-

يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝	آسمان کے لوگ بھی اس کے نام کو پاکی سے یاد کرتے ہیں اور زمین کے لوگ بھی اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

اقبال مرحوم بھی اپنی مشہور کتاب "جاوید نامہ" میں اجرامِ فلکی میں آبادی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :-

گماں مبر کہ ہمیں خاکداں نشیمن ماست

کہ ہر ستارہ جہاں است یا جہاں بود است

ترجمہ :- یہ خیال نہ کرو کہ یہی ہماری زمین آباد ہے بلکہ ہر ایک ستارے

میں جہاں آباد ہے یا تھا۔

ماہرینِ اجرامِ فلکی کی جدید ترین تحقیقات بھی اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ بعض سیاروں میں بھی ایسی ہی مخلوق آباد ہے۔ جیسی کہ اس کرۂ زمین پر۔

ایک اور جگہ بھی قرآن حکیم میں سماوات میں جانداروں کے ہونے کا ذکر ہے :-

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ	اور اُس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور
وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا	زمین کا پیدا کرنا ہے اور جو ان کے اندر
مِنْ دَآبَّةٍ ط (سورہ شوریٰ ۲۹/۴۲)	اس نے جاندار پھیلائے ہیں۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آسمانوں میں جو اجرام سیارے وغیرہ ہیں۔ ان میں بھی ایسے ہی جاندار موجود ہیں جیسے اس زمین پر ملتے ہیں۔ گویا دیگر کرہ ہائے سماوی بھی جانداروں سے خالی نہیں۔

پھر سورۂ نحل ۴۹/۱۶ میں فرمایا :-

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ	اور اللہ کی ہی فرمانبرداری کرتے ہیں جو
وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ	کوئی جاندار آسمانوں میں ہیں اور جو زمین
الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝	میں ہیں اور فرشتے بھی۔

چنانچہ ملک گیری کی ہوس تمام دنیا میں ایک طاقت کی حکومت قائم ہونے پر بھی ختم نہ ہو گی۔ اس کے بعد دنیا کے سائنس دان کرۂ ارض میں سیاروں کی مخلوق

کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کریں گے اور کوئی زمانہ ایسا آئے گا۔ کہ ملک گیری کی خاطر اس کرۂ ارض کے لوگ سیّاروں کی مخلوق کے ساتھ برسرِ پیکار ہوں گے۔ کرۂ ایتھر میں سیّاروں کی مخلوق کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے بارے میں اب بھی دُنیا کے سائنسدانوں کی کوششیں جاری ہیں مگر جب تمام دُنیا میں ایک ہی حکومت قائم ہو جائے گی اور پورا پورا امن قائم ہو جائے گا۔ تو اسی دُنیا کے سائنس دان کرۂ ایتھر میں سیّاروں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں اور زیادہ کوشاں ہو جائیں گے۔

اس کرۂ ارض سے چاند نزدیک ترین سیّارہ ہے۔ اس لئے اس کرۂ ارض کے سائنس دان نہایت ہی تیز رفتار راکٹس (ROCKETS) کے ذریعہ اس سیارہ کے تعلقات قائم کرنے کی تجویز کر رہے ہیں۔ سیّاروں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے بارے میں اب تک جو تحقیقات ہو چکی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مریخ سیّارہ میں اسی قسم کی مخلوق آباد ہے۔ جیسی کہ اس کرۂ ارض پر۔ اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مریخ سیّارہ کے سائنسدان اس کرۂ ارض کے سائنسدانوں سے زیادہ قابل اور سائنس میں زیادہ ماہر ہیں اور وہ اس کرۂ ارض کے لوگوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں بہت زیادہ کوشاں ہیں۔ اس کرۂ ارض کے سائنسدانوں نے سیارہ سے پیغام موصول کرنے کے لئے خاص قسم کے ریڈیو سیٹ تیار کئے ہیں۔ اس خاص قسم کے ریڈیو سیٹ پر کسی دُور دراز مقام سے ایک

بہت زیادہ طاقتور براڈ کاسٹنگ مشین سے براڈ کاسٹ کیا ہوا پیغام بار بار سنائی دیتا ہے تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اتنی زیادہ طاقت والی براڈکاسٹنگ مشین اس کرۂ ارض کے کسی خطہ میں نہیں پائی جاتی۔ اس لئے اس کرۂ ارض کے سائنسدانوں کا یہی خیال ہے کہ پیغام مریخ سیارہ سے براڈ کاسٹ ہوتا ہے مگر اس پیغام کا مطلب سمجھنے میں اجنبی زبان کی مشکل درپیش ہے۔

ستارۂ مریخ کے رازہائے سربستہ

اخبار بین حضرات پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ ستارۂ مریخ گذشتہ پچاس سالوں سے سائنسدانوں کے زیر بحث رہا ہے۔ حال ہی میں ملک امریکہ میں کیلیفورنیا کے اندر دو سو انچ دہانے کی سب سے بڑی زبردست دوربین نصب کی گئی ہے۔ جس کا رُخ عنقریب ستارۂ مریخ کی طرف پھرا دیا جائے گا اور اس کے ذریعے اس ستارے کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

ڈاکٹر جے جی پورٹر مشہور سائنس دان نے توقع ظاہر کی ہے کہ اس دوربین کی وساطت سے مریخ جو اس دُنیا کا سب سے قریبی ستارہ ہے۔ کے رازہائے سربستہ کا انکشاف ممکن ہو جائے گا۔ قارئین کرام کو اس وقت کا انتظار کرنا چاہیئے۔

دنیا بھر کے سائنسدان اسلام کے مرہونِ منت ہیں کہ ان کی مقدس کتاب

قرآنِ مجید و فرقانِ حمید نے آج سے تقریباً چودہ سو سال قبل بآوازِ بلند یہ پیغام دیا تھا کہ :-

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ السَّمٰوٰتِ وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۔ (طلاق پ ۲۸)	اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے پیدا کیا سات آسمانوں کو اور ان کی مانند ہی زمینوں کو۔

جس سے نتیجہ نکالا گیا ہے کہ سات آسمانوں کی مانند زمینیں بھی ہیں جب ان کی آبادی کے متعلق جستجو ہوئی تو قرآن مجید نے یوں رہنمائی فرمائی :-

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ۝ (شوریٰ پ ۲۵)	خدا تعالیٰ کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش ہے۔ نیز وہ جاندار جو ان دونوں میں خدا نے خلق فرمائے اور وہ جب چاہے ان سب کو ملا دینے پر (اکٹھا کرنے پر) قادر ہے۔

خدا کی قدرت! کہ مسلمان جن کے پاس یہ علمی ذخیرہ تھا۔ جس کی تلاش دنیا بھر کو تھی۔ ان آیات سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ لیکن مغربی سائنس دانوں نے اس سے پورا پورا استفادہ حاصل کیا اور آخر کار ثابت کر کے چھوڑا کہ واقعی اس ہماری زمین کے علاوہ اور بھی زمینیں ہیں۔ جن میں ہماری طرح ہی مخلوق بستی ہے۔

"ستارہ مریخ" چونکہ اس زمین سے قریب ہے۔ اس کی طرف زیادہ توجہ مبذول کی گئی اور وہاں آبادی کے آثار معلوم کر لئے گئے۔ اس بارے میں

مختلف سائنسدانوں نے اپنی تحقیقات سے دُنیا کو روشناس کرایا۔

چونکہ قرآن مجید نے بتلایا تھا کہ خداوند تعالیٰ میں یہ قدرت ہے کہ ان مختلف ستاروں میں رہنے والی مخلوقوں کو کبھی ایک دوسرے سے ملا دے۔ اس لئے اب یہ کوشش کی جارہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح چاند اور مریخ پہ راکٹوں کے ذریعے سائنس دانوں کو پہنچایا جائے۔ تاکہ وہاں پہنچ کر وُہ ہمیں اس دُنیا کے حالات سے پتہ دیں۔

حال ہی میں انگریزی اخبارات میں اعلان کیا گیا ہے کہ چاند پہ پہنچنے کے لئے زبردست تیاریاں کی جارہی ہیں اور اس امر کے لئے بڑے بڑے قابل اور مشہور سائنس دانوں کی رضاکارانہ خدمات حاصل کی جارہی ہیں۔ ایک دو سال تک یہ تیاریاں مکمل ہو جائیں گی اور سائنس دانوں کو لے کر یہ راکٹ اپنے سفر پہ روانہ ہو جائے گا۔ دیدہ باید۔

ڈاکٹر پورٹر کا خیال ہے کہ سورج سے فاصلہ کے لحاظ سے اس دُنیا کا سب سے قریب ستارہ مریخ ہے۔ جو ہر چھبیس سال کے بعد اس زمین کے نزدیک آجاتا ہے اور زمین کی محوری گردش کے حساب سے ہر پندرہ سال کے وقفہ پر یہ ستارہ زمین سے پینتیس ملین (۳۵۰ لاکھ میل) کے فاصلہ پہ آجاتا ہے۔ جس قدر دوربینیں آج تک ایجاد ہوئی ہیں۔ ان کے ذریعہ یہ ستارہ زیادہ سے زیادہ چاند سے کچھ بڑا نظر آسکتا ہے۔ جتنا ہم چاند کو بغیر دُوربین کے اس ننگی

آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں۔ سابقہ سائنسدانوں نے مریخ کے حالات بتلائے تھے کہ اس میں کچھ نارنجی رنگ کے قطعات ہیں جو برِاعظم کہلاتے اور کچھ سبز رنگ کے ٹکڑے ہیں۔ جنہیں سمندر نام دیا گیا ہے۔ مریخ کے موسم سرما میں بے شمار چمکدار سفید ٹوپیوں کی موجودگی اور موسم گرما میں ان کا مفقود ہو جانا ثابت کرتا ہے کہ وہاں موسموں کا تغیر و تبدل بھی ہوتا رہتا ہے۔ وہاں کے موسم ہمارے موسموں سے دُگنے طویل ہیں۔ لیکن وہاں کا دن ہمارے دن سے صرف چالیس منٹ لمبا ہے۔ ہوا پتلی ہے۔ اور اگرچہ وہاں بادل اور آندھی بنتے اور فرو ہوتے نظر آتے ہیں۔ وہاں کا آسمان صاف طور پر صاف رہتا ہے۔

یہ وہ حقائق ہیں جو بلا تردید تسلیم کر لئے گئے ہیں۔ جو اکثر کتابوں میں بالتفصیل مندرج ہیں:-

اگر آپ مشہور ہیئت دان مسٹر واکولیر کی کتاب (LEPROBLEME بی پہ البیم مارٹین-(MORTEN THE PLANET MASS ستارہٴ مریخ) پڑھیں۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس ہیئت دان نے کتاب کے چوتھائی حصہ میں مریخ کی صرف نہروں ہی کا تذکرہ کیا ہے۔ جو اس میں پائی جاتی ہیں ۱۸۷۷ء میں اٹلی (اطالیہ) کے مشہور ہیئت دان مسٹر شیا پریلی (SEHIA PARELLI) نے میلان شہر کی خاموش فضا میں بیٹھ کر اپنی بہترین دوربین سے مریخ کو دیکھ کر اعلان کیا کہ اس ستارہ کے نارنجی قطعات

سفید چمکیلی دھاریوں سے اَٹے ہوئے ہیں۔ جنہیں اس نے نہریں قرار دیا۔

امریکہ کا ایک آزاد خیال ہیئت دان پرسی ویل لاول (PERCIVAL LAWELL) شیاپریلی کے اعلان سے بہت متأثر ہوا۔ یہ خود ایک نہایت امیر آدمی تھا۔ چنانچہ اُس نے ایری زونا (ARIZONA) میں فلیگ سٹاف (FLAGSTAFF) کے مقام پر ایک عالی شان رصد گاہ بنوائی اور مریخ کی تحقیقات میں منہمک ہو گیا۔ اس کے نزدیک نارنجی قطعات "صحرا" تھے اور سمندر، جنگلات یا گھاس کے میدان۔ یہ امر کہ وُہ قطعات سمندر نہیں تھے۔ پکرنگ (PICKERING) نے ۱۸۹۲ء میں ثابت کیا تھا۔ جب کہ ہرے قطعات اور متعدد نہریں بالتفصیل دیکھی گئی تھیں۔

اس انکشاف پر بہت بحث و تمحیص ہوئی اور بالآخر لاول نے تصدیق کر دی کہ تمام بڑی بڑی نہریں ایک مقام پر آکر ملتی ہیں۔ جہاں ایک سیاہ دھبہ نظر آتا ہے۔ اس کی تحقیق تھی کہ یہ سیاہ دھبے دراصل نخلستان ہیں۔ اُس نے بتلایا کہ نہریں ایک مقام سے دوسرے مقام تک پھیلی ہوئی ہیں اور یہ جس علاقہ کو سیراب کرتی ہیں۔ وہ علاقہ جابجا ہری گھاس اور سبزیوں سے پٹا پڑا ہے۔ بعض مقامات کو سیراب کرنے کے لئے نہریں سینکڑوں میلوں سے لائی گئی ہیں اور اکثر پائپ لائینیں بھی استعمال کی گئی ہیں۔

لاول کا خیال ہے کہ ان کے بنانے والے نہایت دانا لوگ ہوں گے

جو واٹر ورکس کے فن سے اچھی طرح واقف ہیں۔ چنانچہ انھوں نے پانی کے بے شمار ذخائر بنا رکھے ہیں۔ تاکہ جب پانی کی قلت ہو تو ان ذخیروں کو کام میں لا سکیں۔ یہ ان کی ذہانت کی اعلیٰ دلیل ہے۔ پورٹر کا خیال ہے کہ مریخ میں پانی کا نام و نشان بھی نہیں ہے اور نہ کوئی سمندر ہے۔ گرمیوں میں البتہ قطبین کی طرف سے کچھ سیاہ رو ئیں خطِ استوا کی طرف آتی ہیں۔ جو اس کے سرسبز علاقہ کو پھیلا کر دیتی ہیں۔ بعض قطعات مستقل طور پر سرسبز ہیں اور باقی مختلف رنگوں میں مثلاً نیلے، سرخ اور بھورے نظر آتے ہیں۔ لیکن لاول نے چونکہ نظریہ قائم کر لیا تھا کہ مریخ کے لوگ نہایت عقلمند ہیں۔ لہذا ہر ایک نشان ان کی عقل کی روشنی میں ہی جانچنا پڑا۔ چنانچہ اس امر پر کئی کتب لکھ ماریں سائنسدانوں کے نظریات ملاحظہ ہوں۔ (پاکستان ٹائمز سنڈے ایڈیشن ۲۴ جون ۱۹۵۱ء)

ان تحقیقات سے آئندہ حالات امید افزا معلوم ہوتے ہیں اور خیال کیا جاتا ہے کہ آئندہ پچاس سال کے اندر اندر خاص خاص سیاروں کے ساتھ براہِ راست سلسلۂ پیغام رسانی قائم ہو جائے گا۔ مگر اس کرۂ ارض کے لوگوں کا دوسرے سیاروں کی مخلوق کے ساتھ براہِ راست میل ملاپ اس وقت ممکن ہو گا۔ جب وہ مشکلات جو کرۂ ابثر میں تفریح گاہیں اور تباہی کا پلیٹ فارم بنانے میں حائل ہیں دور ہو جائیں گی۔ جب اس کرۂ ارض کے لوگوں کا دوسرے سیاروں کی مخلوق کے ساتھ براہِ راست میل ملاپ قائم ہو جائیگا۔

اور لوگ ایک سیارے سے دوسرے سیّارے میں بلا روک ٹوک آسانی کے ساتھ آنے جانے لگ جائیں گے۔ تو اس دنیا میں ایک نیا دور شروع ہوگا۔ اُس وقت بھی ملک گیری کی ہوس اس دنیا کو نہیں چھوڑے گی۔ ایک وقت ایسا آئے گا۔ کہ ایک سیارہ کی مخلوق دوسرے سیارہ کی مخلوق کے ساتھ ملک گیری کی خاطر جنگ کرے گی۔ مگر وہ زمانہ ابھی بہت بہت دُور معلوم ہوتا ہے۔ جب وہ زمانہ آئے گا۔ تو سائنس دنیا میں بہت زیادہ ترقی کر چکی ہوگی۔ جو باتیں آج ناممکن معلوم ہوتی ہیں۔ وہ اس زمانہ میں ممکنات میں سے ہوں گی۔ دیکھیں وہ عجیب وغریب زمانہ کب ظہور میں آتا ہے۔

(۴) کرۂ ایثر میں سورج ثانی

اس کرۂ ارض کے نصف حصّہ پر جب سورج چمکتا ہے۔ تو اس کا دوسرا نصف حصّہ تاریکی میں رہتا ہے۔ یعنی اس کرۂ ارض کے نصف حصہ میں دن ہوتا ہے اور دوسرے نصف حصّہ میں رات۔ سائنس دانوں کی یہ تجویز ہے کہ جس وقت سورج اس کرۂ ارض کے نصف حصّہ پر چمکتا ہے۔ اس وقت کرۂ ارض کا دوسرا نصف حصّہ بھی سورج کی روشنی سے مستفید ہو سکے۔ یعنی وہ کرۂ ایثر میں سورج ثانی قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس تجویز کو وہ مندرجہ ذیل طریقہ سے پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہتے ہیں:۔

مقررہ حد سے اوپر کرۂ ایثر میں عین قطب شمالی یا قطب جنوبی کے اوپر

ایک پلیٹ فارم بنایا جائے اور اس پر ایک بہت بڑے سائز کا آئینہ اس طرح نصب کیا جائے کہ سورج کا عکس اس پر پڑتا رہے اور وہ آئینہ سورج کی روشنی کرۂ ارض کے دوسرے نصف حصّہ پر منعکس کر سکے۔ اس طرح سے سورج کی روشنی کرۂ ارض کے دوسرے نصف حصّہ میں پہنچائی جائے۔ مگر یہ منعکس شدہ روشنی اتنی تیز نہیں ہوگی جتنی کہ سورج کی اصلی روشنی۔ بہرحال اس طریقہ سے تمام کرۂ ارض سورج کی روشنی سے فائدہ اُٹھا سکے گا اور کرۂ ارض کا کوئی حصّہ بھی سورج کی روشنی سے محروم نہیں رہے گا۔

اگر دنیا میں حالات نارمل اور پُر امن رہے تو یقین غالب ہے۔ کہ آئندہ پچاس سال کے اندر اندر دُنیا کے سائنس دان اس تجربہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ بصورت کامیابی دنیا میں ایک نمایاں تغیر پیدا ہو جائے گا۔ تمام دنیا میں مصنوعی روشنی کی ضرورت نہ رہیگی۔ اور مصنوعی روشنی کے پیدا کرنے میں اس وقت جو کروڑوں رُپے خرچ آرہے ہیں۔ بچ جائیں گے اور لوگوں کی فلاح وبہبودی کے دیگر کاموں پر خرچ کئے جاسکیں گے۔ اس کے علاوہ لوگوں کے علم کاروبار میں بڑی سہولتیں پیدا ہو جائیں گی۔

(۵) دیگر ایجاداتِ سائنس

(۱) راکٹ پلین عنقریب آنے والے زمانہ میں تمام دُنیا میں

ہوائی جہازوں کا استعمال ہو جائے گا۔ دنیا کے لوگ بذریعہ ہوائی جہاز سفر کرنا اور تجارتی مال و اسباب بھیجنا زیادہ پسند کریں گے اور راکٹ پلین کے نمونہ کے ہوائی جہاز عام دیکھنے میں آئیں گے۔ جن کی رفتار غیر معمولی طور پر بہت ہی زیادہ ہو گی۔ آج کل ایسے ہوائی جہاز بن گئے ہیں جن کی رفتار فی گھنٹہ سات آٹھ سو میل کے درمیان ہے۔ مگر زمانہ مستقبل میں عنقریب ہی ایسے ہوائی جہاز عام ہو جائیں گے۔ جن کی رفتار کرۂ ایئر میں خاص بلندی پر موجودہ ہوائی جہازوں کی رفتار سے تقریباً دگنی ہو گی۔

(۲) راکٹس (ROCKETS) برائے ہوائی ڈاک:۔ دنیا کے دور دراز ملکوں میں کم سے کم وقت میں ہوائی ڈاک پہنچانے کے لئے سائنس دان ایسی ٹیکنیکل راکٹس بنانے میں مصروف ہیں۔ جن کی رفتار کئی ہزار میل فی گھنٹہ ہو گی اور کرۂ ایئر میں سے خاص بلندی پر فاصلہ طے کرتی ہوئی یہ راکٹس عین منزلِ مقصود پر اترا کریں گی۔ ایسی راکٹس زمانہ مستقبل میں عنقریب ہی تمام دنیا میں عام استعمال میں آ جائیں گی۔ جب تمام دنیا میں ہوائی ڈاک کے لئے اس قسم کی راکٹس عام استعمال میں آ جائیں گی۔ تو دور دراز ملکوں میں ہوائی ڈاک پہنچانے کے لئے وقت اور فاصلہ برائے نام رہ جائے گا۔

دوسری عالمگیر جنگِ یورپ میں جرمنوں نے اونچے پہاڑوں کے آر پار ہوائی ڈاک پہنچانے کے لئے ایسی راکٹس کامیابی کے ساتھ استعمال کی تھیں۔ بعض جگہ محصور فوج کو ان کے ذریعہ سامانِ رسد کی چھوٹی چھوٹی چیزیں پہنچائی گئیں۔

(۳) راکٹس برائے ہوائی سفر:- جب سائنس دان دنیا کے دور دراز ملکوں میں ہوائی ڈاک پہنچانے کے لئے مذکورہ بالا مکینیکل راکٹس بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ تو پھر وہ بڑے بڑے سائز کی ایسی راکٹس بنانے کی کوشش کریں گے۔ جن میں دنیا کے لوگ دور دراز ملکوں میں پہنچنے کے لئے آرام کے ساتھ ہوائی سفر کر سکیں۔ چونکہ ان راکٹس کی رفتار کئی ہزار میل فی گھنٹہ ہوگی۔ اس لئے سائنسدانوں نے تجربات کر کے پہلے یہ بات معلوم کرنی ہے کہ آیا کوئی جاندار چیز یا انسان نہایت ہی تیز رفتار راکٹس میں ہوائی سفر کرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ اس بات کو معلوم کرنے کے لئے وہ یہ تجویز کر رہے ہیں کہ پہلے ان راکٹس میں کئی بار بلّی یا کتا بھیجا جائے۔ اگر وہ زندہ رہے۔ تو پھر انسان کئی دفعہ ان راکٹس میں ہوائی سفر کرے۔ اگر یہ تجربات کامیاب ثابت ہوں تو پھر ان راکٹس کو انسانوں کے ہوائی سفر کے لئے استعمال میں لایا جائے۔

امید ہے کہ آئندہ پچاس سال کے اندر اندر دنیا کے لوگ ان راکٹس

میں ہوائی سفر کرتے ہوئے عام نظر آئیں گے۔ جب عام دنیا میں اس قسم کی راکٹس ہوائی سفر کرنے کے لئے عام استعمال میں آجائیں گی تو دور دراز ملکوں کا سفر کرنے کے لئے وقت اور فاصلہ برائے نام رہ جائے گا۔ ہزار ہا میل کا ہوائی سفر انسان چند گھنٹوں میں طے کر لیا کریگا اور کئی کئی دنوں بلکہ کئی کئی ہفتوں کے لمبے سفر کی کوفت سے بچ جائے گا۔

(۴) برڈ پلین یعنی پرندہ ہوائی جہاز:- عنقریب آنے والے زمانہ میں ایک نہایت ہی عجیب و غریب قسم کا چھوٹے سے چھوٹا ہوائی جہاز معرض وجود میں آئے گا۔ اس کے ذریعہ انسان آسمان پر پرندے کی طرح اڑتا ہوا نظر آئے گا۔ چونکہ اس کی ساخت بالکل پرندے کے نمونہ پر ہے۔ اس لئے سائنس دانوں نے اس کا نام برڈ پلین (BIRD PLANE) یعنی پرندہ ہوائی جہاز رکھا ہے۔ ہوا میں پرواز کرنے والے شخص کے کندھوں پر پرندے کے پروں کے نمونہ کے دو مصنوعی بازو فٹ کر دیئے جائیں گے اور ایک چھوٹی سی ہلکی مشین اس کے سینہ پر فٹ کر دی جائے گی جس کا تعلق مصنوعی بازوؤں کے ساتھ ہوگا۔ وہ خود ایک چھوٹی سی کرسی پر اس طرح ٹائٹ ہو کر بیٹھے گا کہ ہوا میں پرواز کرتے وقت نیچے نہیں گر سکے گا۔ اس کے دونوں ہاتھ مشین کو چلانے کے لئے آزاد ہوں گے۔ اپنے ہاتھ سے مشین کا ایک بٹن دبانے پر اس کے دونوں مصنوعی بازو اسی طرح

حرکت میں آئیں گے۔ جس طرح کہ ایک پرندے کے دونوں بازو اڑتے وقت حرکت میں آتے ہیں اور وہ ایک پرندہ کی طرح ہوا میں آزادانہ طور پر اُڑنے لگے گا اور اس مشین کی مدد سے جس بلندی پر اور جس سمت میں اڑنا چاہے گا۔ ایک پرندہ کی طرح آزادانہ طور پر اُڑ سکے گا اور جس جگہ نیچے اُترنا چاہے گا اُتر سکے گا۔ آزادی کے ساتھ اُڑتے ہوئے پرندہ کی طرح اس کی آزادانہ پرواز میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہوگی۔

انگلش سائنس دان اس قسم کا بر ڈپلین ایجاد کر چکے ہیں اور انگلستان کی بندرگاہ ڈوور سے فرانس کی بندرگاہ کیلیز تک اس کی پرواز کے تجربات کامیاب ثابت ہو چکے ہیں۔ مگر ابھی تک اس برڈپلین میں کو ہر طرح سے بالکل مکمل کرلیں گے۔ تو یہ ہوائی جہاز دنیا میں ایک عجوبہ ہوگا اور اس کے ذریعہ انسان ہوا میں پرندہ کی طرح آزادانہ طور پر اُڑ کر جس جگہ جانا چاہے گا جا سکے گا۔

آپ کو شاید زمانۂ قدیم کے یونان کی پریوں کے قصّے کہانیاں سُننے یا پڑھنے کا اتفاق ہُوا ہوگا۔ درحقیقت یہ پریاں اس دُنیا کے انسانوں سے کوئی الگ مخلوق نہ تھی بلکہ وہ پریاں ہمارے جیسے انسان ہی تھے اور وہ برڈپلین کے ذریعہ ہوا میں آزادانہ طور پر اُڑتے تھے۔ ان قصّے کہانیوں میں ان پرواز کرنے والے انسانوں کو ہی درحقیقت پریوں کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اس زمانۂ قدیم میں جب یونان میں اس قسم کے ہوائی جہاز

عام استعمال میں تھے۔ وہ تمام دنیا میں تہذیب اور سائنس کی ترقی میں چوٹی پر تھا۔

یونان کی پریوں کے علاوہ آپ نے شاید زمانہ قدیم میں حضرت سلیمانؑ کے تخت کے متعلق بھی یہ بات سنی یا پڑھی ہو گی کہ ان کے تخت کو پریاں اٹھا کر ہوا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی تھیں۔ یہ پریاں بھی درحقیقت ہمارے جیسے انسان ہی تھے۔ جو ہیڈ ہیلین کے ذریعہ آزادانہ طور پر ہوا میں اڑ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے۔

قرآن پاک میں بھی سورہ السبا ۱۲/۳۴ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں تسخیر ہوا کا ذکر آتا ہے۔ فرمان ہے :-

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۔	اور سلیمان کے لئے ہوا کو کام میں لگا دیا۔ اس کا صبح کا جانا ایک ماہ رکا سفر تھا اور اس کا شام کا آنا ایک ماہ رکا سفر تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السّلام کی سلطنت بڑی وسیع تھی۔ ان کے زمانہ میں تہذیب و سائنس بڑے عروج پر تھی۔ بڑے بڑے صناع اور ماہر کاریگر پائے جاتے تھے اور ہوائی جہاز رانی ترقی پر تھی۔ مندرجہ بالا آیت میں بتلایا گیا ہے

کہ اس زمانہ میں صبح سے شام تک ہوائی جہاز اتنا سفر کر لیتا تھا۔ جتنا کہ ایک پیدل آدمی سفر کر سکتا تھا اور ایسا ہی شام سے صبح تک اتنا ہی سفر کر لیتا تھا۔

"میور" اپنی تاریخ میں لکھتا ہے۔ کہ ملک شام میں تجارت بڑی رونق پر تھی۔ ملکِ شام حضرت سلیمان علیہ السلام کی وسیع سلطنت کا حصہ تھا۔ دور دور سے جہاز سامان لے کر ملکِ شام میں آتے تھے اور لوگ بڑے دولتمند تھے۔ دن رات جہاز رانی ہوتی تھی اور رات کے وقت بھی سفر میں کسی قسم کا خطرہ نہ تھا۔

زمانۂ قدیم کے ان قصے کہانیوں سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم زمانہ میں بھی دنیا کے خاص خاص ملک سائنس میں غیر معمولی طور پر ترقی کر چکے ہیں۔ مگر انقلابِ زمانہ نے ان ملکوں کی تہذیب و ترقی کو ایسا نیست و نابود کیا کہ ان کی عجیب و غریب ایجاداتِ سائنس کا نام و نشان تک باقی نہ چھوڑا۔

گذشتہ زمانہ میں اندلس کے مسلمانوں نے بھی سائنس اور فنِ ہوائی جہاز رانی میں حیرت انگیز ترقی کی تھی۔ چنانچہ عباس بن فرناس "حکیم اندلس" (سائنسدانِ اندلس) نے ایسے دو پر ایجاد کئے تھے۔ جن کی مدد سے آدمی بلا تکلف فضا میں پرواز کر سکتا تھا اور موجودہ ہوائی جہازوں میں جو خطرات اور مضرات ہیں یہ پر ان سے بالکل محفوظ تھے۔ علاوہ ازیں حکیم مذکور نے ایک مکان میں آسمان،

زمین اور ستاروں کی ہیئت بنائی تھی۔ جس میں رعد، برق، باد و باراں کی ہو بہو نقل تھی۔

(۵) **ہوائی پنکھا اور بجلی کی طاقت**۔ زمانہ مستقبل میں عنقریب سائنس دان ایسا ہوائی پنکھا ایجاد کرنے والے ہیں جو چوبیس گھنٹہ قدرتی ہوا سے چلے گا اور ہر وقت بجلی کی طاقت پیدا کرتا رہے گا۔ اس ہوائی پنکھے کے ساتھ ایک بیٹری فٹ کی ہوئی ہو گی۔ جو ہر وقت ہوائی پنکھے سے پیدا کردہ بجلی کی طاقت سے چارج ہوتی رہے گی۔ اس چارج شدہ بیٹری سے گھر میں چاہے روشنی کر لو۔ چاہے پنکھے چلا لو اور چاہے ریڈیو چلا لو۔ اس طرح پیدا شدہ بجلی کی طاقت ایک متوسط درجہ کے گھر کی ضروریات کے لئے کافی ہو گی اور علاوہ ازیں سستی بھی پڑے گی جب یہ ایجاد مکمل ہو گئی تو ایک اوسط درجہ کا آدمی بھی اس طرح پیدا شدہ بجلی کی طاقت سے فائدہ اُٹھا سکے گا۔ سُنا ہے کہ حال ہی میں اس قسم کی بیٹری ہوائی پنکھے سے فٹ کی ہوئی مارکیٹ میں برائے فروخت آگئی ہے اور وہ ریڈیو چلانے میں استعمال ہو رہی ہے۔

(۶) **سورج کی شعاعوں سے چارج ہونے والی بیٹری**۔ سائنسدان ایک اور قسم کی بیٹری بھی عنقریب ایجاد کرنے والے ہیں۔ جو دھوپ میں رکھنے سے براہ راست سورج کی شعاعوں سے بجلی کی طاقت حاصل کر کے چارج ہوا کرے گی۔ جتنے گھنٹے اس بیٹری کو دھوپ میں رکھا جائے گا۔ اُتنے گھنٹے کام کرنے کے لئے

وہ بیٹری چارج ہو جائے گی۔ فرض کرو۔ اس بیٹری کو چھ گھنٹے دھوپ میں رکھا ہے تو چھ گھنٹے اس چارج شدہ بیٹری سے گھر میں چاہے روشنی کر لو۔ چاہے پنکھے چلا لو اور چاہے ریڈیو چلا لو۔ اس قسم کی بیٹری بہت سستی پڑے گی اور عام لوگ بھی اس سے فائدہ اُٹھا سکیں گے۔ سُنا ہے کہ ایک ہندوستانی سائنس داں نے حال ہی میں اس قسم کی بیٹری ایجاد کی ہے۔ دیکھیں کب تک یہ بیٹری مارکیٹ میں برائے فروخت آتی ہے۔

بیسواں باب

ایٹم اور جدید ترین ایجادات

برطانیہ سے پاکستان کا سفر تئیس منٹ میں

لندن ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۸ء

وہ وقت آنے والا ہے جب راکٹ سے اڑنے والے جہاز برطانیہ سے مسافروں کو لے کر ۲۳ منٹ کے اندر پاکستان جا اتریں گے۔ یہ ناقابلِ یقین پیش گوئی ماہروں کے ایک اجتماع میں شہری ہوابازی کی برطانوی وزارت میں طویل عرصہ کی منصوبہ بندیوں اور اسکیموں کے ڈائرکٹر جنرل مسٹر پیٹر بلس فیلڈ نے کی۔

ہوابازی کے ماہروں پر یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ سریع الرفتار نقل وحرکت کی معراج راکٹ سے چلنے والے ہوائی جہاز ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ فضا میں

تھیوری کے لحاظ سے راکٹ سے چلنے والے جہاز کی رفتار ۱۸ ہزار میل فی گھنٹہ ہے اور آخر کار اس کی رفتار اتنی ہو جائے گی کہ دنیا کے بعید ترین مقامات کے درمیان وہ ایک گھنٹہ میں پہنچ سکے گا۔ اور اس کا کرایہ بھی کچھ زیادہ نہ ہوگا۔ (ستار)

خطوط اور دستاویزات کی ترسیل بذریعہ ٹیلی ویژن

لندن۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۸ء حال ہی میں واشنگٹن میں ایک ایجاد کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ جو ڈاک خانوں کو گذرے ہوئے زمانہ کی چیز بنا دے گی۔ یہ ترسیل کا ایک طریقہ ہے۔ جو بیان کیا جاتا ہے کہ خطوط اور دستاویزات کو ہزاروں میل دور دس لاکھ الفاظ فی منٹ کے حساب سے نقل کر دے گا۔ جن جن مکانوں میں وصول کرنے والے آلے لگے ہوئے ہوں گے۔ وہاں پورے کا پورا اخبار تقریباً ساتھ ہی ساتھ ترسیل کیا جا سکے گا۔ اس طرح تمام دنیا سے خطوط کی نقلیں بھی وصول کی جا سکیں گی اور اس طرح خطوط لے جانے کا موجودہ طریقہ بھدا اور دقیانوسی ہو جائے گا۔

اس ایجاد کا نام الٹرافاکس (ULTRA FAX) ہے اور یہ ایجاد الیسٹ مین کوڈک کمپنی امریکہ کی ریڈیو کارپوریشن اور نیشنل براڈکاسٹنگ کمپنی کی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ ہے۔ ایک مظاہرہ میں ۴۰۰ صفحات کی کتاب

تین منٹ کے اندر اندر تین میل کے فاصلہ پر منزلِ مقصود پر ترسیل کر کے اور نقل کر کے پہنچا دی گئی۔

تصویروں کی ترسیل بذریعہ ٹیلی ویژن ۳۰ تصاویر فی سکنڈ کے حساب سے ہوتی ہے۔ وصول کرنے والا آلہ ان کی تصویر لیتا ہے۔ انہیں بڑا کرتا ہے اور پھر چھاپتا ہے۔ اس تمام کام کے مکمل کرنے میں صرف ۴۵ منٹ لگتے ہیں۔ مظاہرہ کرنے والوں کا دعویٰ ہے کہ یہ ایجاد اس تمام روئداد کو دس منٹ میں ترسیل کر سکتی ہے۔ جس میں جنگ کے مشغول ترین دنوں میں فوجی سگنل کا محکمہ ۲۴ گھنٹے لگاتا تھا۔ (اسٹار)

آسمانی سفر

لندن۔ ۵ اکتوبر ۱۹۴۶ء۔ برطانیہ کے محکمہ ہوابازی کے ڈائرکٹر مسٹر مینس فیلڈ نے اپنے تازہ بیان میں کہا ہے کہ اس سال کے اندر اندر ہوابازی میں اتنی ترقی ہو جائے گی کہ طیارے سطحِ زمین پر ۸ ہزار میل فی گھنٹہ کے حساب سے اڑا کریں گے۔ (رائٹر)

نیویارک۔ ۲۳ جنوری ۱۹۴۹ء۔ کناڈا راکٹ سوسائٹی نے جو سکیم تیار کی ہے۔ اس کے مطابق ۱۹۶۰ء میں چاند تک سفر کیا جا سکے گا۔ اس مقصد کے لئے جو جہاز استعمال کیا جائے گا۔ اس کا وزن ایک ہزار ٹن ہوگا۔ سوسائٹی کی انجنیئرنگ کمپنی نے اس سلسلہ میں اپنی تجاویز تقریباً مکمل کر لی ہیں۔ مصارف کا اندازہ ۲۱½ لاکھ پونڈ کیا گیا ہے۔ (رائٹر)

مریخ سے حملہ

کوئیٹو (QUITO) ۱۶ فروری ۱۹۴۹ء۔ ایکویڈور (ECUADOR) کے صدر مقام کوئیٹو کے ریڈیو سٹیشن سے ایک ڈراما کیا گیا تھا۔ جس کا عنوان تھا "مریخ سے حملہ"! اس ڈراما کے نشر ہونے سے عوام میں اس قدر خوف وہراس اور دہشت پھیلی کہ پندرہ افراد کی حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اموات ہو گئیں۔ جس سے عام لوگ بہت مشتعل ہو گئے اور انہوں نے ریڈیو سٹیشن پر حملہ کر کے آگ لگا دی۔

ایٹمی طاقت کے ذریعہ چاند تک سفر

نیویارک ۔ ۹ اگست ۱۹۴۹ء۔ کناڈا

راکٹ سوسائٹی کے نائب صدر پرلیس ڈانگ کا کہنا ہے کہ سوسائٹی ۱۹۶۰ء میں چاند تک سفر کرنے کا عزم رکھتی ہے۔ موجودہ پلان کے تحت ایک دو سو فٹ لمبے اور پچاس فٹ قطر کے راکٹ کی ضرورت ہے۔ اس کا وزن ایک ہزار ٹن ہوگا۔ راکٹ چلانے کے لئے ایٹمی طاقت استعمال کی جائے گی۔ مسٹر ڈانگ کو امید ہے کہ سنہ ۱۹۶۰ء تک ایٹم کی طاقت کا عملی استعمال کیا جا سکے گا۔ ابھی تک اس مسئلے پر فیصلہ کرنا باقی ہے کہ اس راکٹ کو بنانے میں کونسی دھات استعمال کی جائے۔ کیونکہ وزن کم سے کم رکھنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی رفتار بہت زیادہ ہونی چاہیئے۔ نیز راکٹ ہر قسم کی

آب و ہوا برداشت کرنے کے قابل ہو۔

اس بات کا بھی فیصلہ کرنا ہے کہ کس مقام سے یہ راکٹ چاند کے سفر پر روانہ ہو۔ اگرچہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کوئی مقام جو خطِ استوا کے نزدیک ہو۔ وہ بہتر رہے گا۔ تاکہ راکٹ حرکتِ ارضی سے پوری طرح فائدہ اٹھا سکے۔

چاند کی طرف سفر کرنے والوں کے لئے راستے کے دو انتخاب ہیں۔ ایک راستہ دس گھنٹے کا سیدھا سفر ہے۔ یہ کوشش بہت ہی مہنگی ہو گی۔ اور دوسرے راستے میں چار دن جانے میں اور چار دن آنے میں لگیں گے۔ چاند سے واپس آنے کا مسئلہ بھی کافی پیچیدہ ہے۔ لیکن مسٹر ڈانک کو یقین ہے کہ یہ مسئلہ کافی حد تک حل ہو چکا ہے۔ اس راکٹ کی دم میں خاص قسم کے پاؤں لگائے جائیں گے۔ جب یہ راکٹ چاند میں اترے گا تو ان پاؤں کو لمبا کر دیا جائے گا۔ تاکہ وہاں سے دوبارہ سفر کر سکے۔ (انسٹار)

وائرلیس کے ذریعہ انسانوں کی ترسیل

لندن ۲۳ر جنوری ۱۹۵۱ء۔ علم الطبیعات کے ماہر ڈاکٹر اے۔ بے گلیورسکی نے پیش گوئی کی ہے کہ ایسا بھی وقت آئے گا۔ جب ایک قسم کے "وائرلیس" کے ذریعہ آدمی اور اشیا ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل کئے جا سکیں گے۔

ایک لیکچر کے دوران میں انہوں نے کہا کہ وہ وقت بہت زیادہ دور نہیں۔ جب یہ ممکن ہو جائے گا۔ کہ برطانیہ میں آدمی کے اجزائے ترکیبی کو منتشر کر کے امریکہ میں انہیں پھر جمع کر لیا جائے۔ قوتِ ثقل کی مدد سے ایسا کرنا ممکن ہو سکے گا۔ انسان جس طرح پانی سے گذر جاتا ہے۔ اسی طرح ٹھوس چیزوں سے گذر جایا کرے گا۔ دیواروں وغیرہ سے انسان کا گذرنا معمولی بات ہو گا۔

چاند کا سفر

لندن۔ ۲۹ جنوری ۱۹۵۱ء۔ برطانیہ میں ایک انجمن موجود ہے جس کا نام "ستاروں کے درمیان تعلق پیدا کرنے والی انجمن" ہے۔ اس انجمن کے صدر مسٹر ویٹنائن کلیور نے اعلان کیا تھا کہ آئندہ تیس اور چالیس سال کے درمیان چاند کا سفر ممکن ہو سکے گا۔

گھر گرم رکھنے والا سیاہ شیشہ

واشنگٹن۔ ۱۲ فروری ۱۹۵۱ء۔ حال ہی میں امریکی سائنسدانوں نے ایک ایسا سیاہ شیشہ تیار کیا ہے۔ جو سورج کی شعاعوں کو جذب کر لیتا ہے اور اس طرح پورے مکان کو گرم رکھ سکتا ہے۔ امریکن انسٹی ٹیوٹ آف کیمیکل انجینئرز کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر اس شیشہ کی دریافت کے متعلق تفصیلات بتلائی گئیں۔ ان سائنس دانوں نے کہا کہ روزانہ سورج کی شعاعوں سے خارج ہونے والی توانائی ضائع ہو جاتی ہے۔ لیکن نئی دریافت

کی وجہ سے یہ امر ممکن ہو سکے گا کہ لوگ اپنے مکانوں کو بجلی کی مدد کے بغیر گرم رکھ سکیں گے۔

اس نئے طریقہ کے ماتحت اس سیاہ شیشہ کے مختلف ٹکڑوں کو ایک خاص ترکیب کے ساتھ مکان کی چھت پر رکھ دیا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ مکان کی چھت پر کویلو جمائی جاتی ہے۔ شیشہ کی ہر تہہ کے درمیان تھوڑی سی جگہ رکھی جاتی ہے۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا نیا ہوائی جہاز

واشنگٹن
۳۱ مارچ

سنہ ۱۹۵۱ء۔ امریکہ شاید اس سال کے دوران میں کسی وقت ایک ایسا ہوائی جہاز (راکٹ پلین) اڑا سکے جس کی رفتار ۲۵۰۰ میل فی گھنٹہ ہو اور صرف ایک آدمی اس میں سفر کر سکے۔

امید کی جاتی ہے کہ یہ ہوائی جہاز کسی اور ہوائی جہاز کی نسبت زیادہ اونچا اڑے گا۔ اس ہوائی جہاز کو ایکس-۲ (X-2) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ جہاز اتنا چھوٹا ہے کہ صرف ایک جہاز ران اور ضروری آلات اٹھا سکتا ہے۔

ایکس-۲ ہوائی جہاز بیل ایئر کرفٹ کارپوریشن نے بنایا ہے جس نے اس سے پہلے ایک ویسا ہی ہوائی جہاز "ایکس ایک" بنایا تھا۔ جس کی

رفتار ایک ہزار میل فی گھنٹہ تھی۔

امید کی جاتی ہے کہ "ایکس۔ دو" جہاز اڑان کے لحاظ سے بہتر ثابت ہوگا۔ امریکن ماہرین ہوائی طاقت کا خیال ہے کہ جب یہ جہاز پورے طور پہ مکمل ہو جائے گا تو دو لاکھ فٹ کی بلندی پر ۲۵۰۰ میل فی گھنٹہ اُڑ سکے گا۔

موجودہ بلندی کا ریکارڈ ۵۹۴۴۶ فٹ ہے جو ایک برٹش ویم پائیر جٹ لڑاکا ہوائی جہاز نے ۱۹۴۸ء میں قائم کیا تھا۔ (رائیٹر)

خوشبودار عکس

سائنس دانوں نے ایک ایسا طریقہ معلوم کر لیا ہے۔ جس سے ٹیلی ویژن اور سینما کی تصویروں میں نظر آنے والے پھولوں کی خوشبو بھی سونگھی جا سکے گی۔

طریقہ یہ نکالا گیا ہے کہ ٹیلی ویژن کے سیٹوں میں مختلف قسم کی خوشبو کے ڈبے رکھے جائیں گے۔ ان ڈبوں کا تعلق روشنی کی لہروں سے ہوگا۔ یعنی جس پھول کے رنگ کی لہریں پڑیں گی۔ پروگرام سننے والوں کو اسی کی خوشبو آئے گی۔

سورج کی لہروں کا شکار

سائنس دان سورج کی ان وائرلیس لہروں کو پکڑنے کی کوشش کر رہے ہیں جو ۲۵۰ کروڑ مربع میل رقبے میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان سائنس دانوں کی کوشش یہ ہے کہ سورج کی ان لہروں کا عکس پردے پہ دیکھ سکیں۔

مردوں کو زندہ کرنے والی مشین

دو سائنس دانوں نے ایک ایسی مشین ایجاد کی ہے جس کی مدد سے مردوں کو زندہ کیا جا سکے گا۔ پچھلے دنوں لندن کے ایک ہسپتال میں ایسے کئی بچوں پہ تجربہ کیا گیا۔ جو ظاہرہ طور پر مرے ہوئے پیدا ہوئے تھے۔ یعنی ان کا دل حرکت نہیں کر رہا تھا۔ ڈاکٹروں نے اس مشین کی مدد سے بچوں کے جسم میں خاص قسم کی بجلی کی لہریں دوڑائیں جس سے ان کے پھیپھڑے اور دل حرکت کرنے لگے۔

سُورج کی شعاعوں سے براہِ راست خوراک

سُورج اور چاند کی شعاعیں مختلف قسم کے اناجوں، دالوں، سبزیوں اور پھلوں وغیرہ میں وُہ طاقت پیدا کرتی ہیں جسے انسان ان مذکورہ چیزوں کو کھا کر حاصل کرتا ہے اور یہ طاقت انسان کے جسم اور دل و دماغ کو تقویت اور تر و تازگی بخشتی ہے۔ بعض گوشہ نشین بزرگ اس طاقت کو روزانہ سُورج کی شعاعوں سے براہِ راست حاصل کر لیتے ہیں اور یہی طاقت ان کے لئے خوراک کا کام دیتی ہے۔ سورج کی شعاعوں سے روزانہ اس طرح براہِ راست خوراک حاصل کر لینے کے بعد وہ عام انسانی خوراک سے جو اناجوں، دالوں، سبزیوں اور پھلوں وغیرہ کی صورت میں ہوتی ہے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ کچھ

عرصہ ہوا رسالہ "معارف" میں ایک ایسے گوشہ نشین بزرگ کے حالات درج ہوئے تھے جو سورج کی شعاعوں سے براہِ راست خوراک حاصل کر لیتے تھے اور عام انسانی خوراک سے بے نیاز تھے۔ وہ روزانہ طلوعِ آفتاب کے وقت سورج کی طرف چند منٹ ٹکٹکی لگا کر دیکھتے رہتے تھے اور سورج کی شعاعوں سے براہِ راست خوراک اخذ کر لیتے تھے۔ اس لطیف خوراک کے سوا وہ کوئی اور چیز نہیں کھاتے تھے اور اُن کی صحت قابلِ رشک تھی۔

ٹکیہ کی صورت میں انسانی خوراک

خوراک کے بارے میں سائنس اب اس قدر ترقی کر چکی ہے کہ سائنس نے انسان کو عام انسانی خوراک سے بھی بے نیاز بنا دیا ہے۔ مختلف قسم کے اناجوں، دالوں، سبزیوں اور پھلوں وغیرہ سے روح نکال کر علم انسانی خوراک کو چھوٹی ٹکیوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ جن میں اغذیہ کے اجزا بھی موجود ہوتے ہیں۔ روزانہ صبح و شام ایک ایک ٹکیہ کھانے کے بعد انسان عام انسانی خوراک سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی ٹکیوں کا استعمال دوسری عالمگیر جنگ میں کیا گیا تھا اور ایسی ٹکیوں کے پیکٹ بذریعہ ہوائی جہاز محصور فوجوں کو پہنچائے گئے تھے اور انہیں بھوک کی موت سے بچایا گیا تھا۔ اب امن کے زمانہ میں بھی خوراک کی ٹکیاں مسافروں اور مختلف قسم کے مریضوں کے لئے مفید ثابت ہو رہی ہیں۔

نیند سے بے نیاز بنا دینے والی ٹکیاں

بعض سائنسدانوں نے وقت کی قدر و قیمت محسوس کرتے ہوئے اس بات پر اپنی توجہ مرکوز کی۔ کہ نیند کا نعم البدل دریافت کیا جائے۔ تاکہ جو وقت نیند میں صرف ہوتا ہے۔ اس سے بھی پورا پورا فائدہ اُٹھایا جائے۔ نیند انسان کے جسم اور دل و دماغ کو آرام کا موقعہ دیتی ہے اور اس کی تکان کو دُور کر کے دل و دماغ کو تر و تازگی اور تقویت بخشتی ہے۔ اب سائنس دان ایسی کیمیاوی ٹکیہ تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ جس میں ایٹم کے اجزا ہوتے ہیں اور جس کو کھا کر انسان میں اتنی ہی تر و تازگی اور تقویت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو چھ سات گھنٹے کی نیند سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ کیمیائی ٹکیاں ایسے سائنس دانوں اور دماغی کام کرنے والوں کے لئے نیند کا نعم البدل ثابت ہوئی ہیں جنہیں لگاتار دماغی کام کرنے کی ضرورت ہے۔

سیاہ شیشہ کے ذریعہ سورج سے گرمی حاصل کی جاسکتی ہے

ریاستہائے متحدہ میں حال ہی میں ایک ایسے شیشے کی ایجاد ہوئی ہے جو کہ سورج کی شعاعوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی تاثیر رکھتا ہے۔ جس کی بدولت سردی کے موسم میں عمارات کو گرم رکھنے میں بڑی آسانی ہو جائے گی۔ سائنسدانوں کا بیان ہے کہ سورج کی وہ حرارت جو کہ یونہی ضائع ہو جاتی

ہے۔ نئے شیشے کے ذریعہ سے بخوبی استعمال میں لائی جا سکتی ہے۔ حرارت کا یہ آلہ سیاہ رنگ کی تہہ بہ تہہ پلیٹ پر مشتمل ہوگا۔ اس آلے کو مکان کی چھت پر نصب کر دیا جائے گا۔ پلیٹ کو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ایک دوسرے سے علیحدہ رکھا جاتا ہے اور اُن کے اُوپر شیشے کا ایک دوسرا ڈھکنا ہوتا ہے جس سے گرد وغبار اندر داخل نہیں ہوتی۔

جدید شیشے کی سیاہ سطح تمازتِ آفتاب سے گرم ہو جاتی ہے اور ہوا جب شیشے کی تختیوں سے ہو کر گذرتی ہے تو گرم ہو کر کمروں کے اندر داخل ہوتی ہے۔ سائنس دانوں کا بیان ہے کہ سیاہ شیشے سے مکان میں ضرورت کی ۱۰۰ فی صدی گرمی مہیا ہو سکے گی۔ دوسرے سائنس دانوں نے اس بات کا حیرت انگیز انکشاف کیا ہے کہ اگر ہلکی قسم کے شیشے کے اندر بلبلے پیدا کر دیئے جائیں تو وہ آگ سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

ایک اور اسی قسم کا شیشہ ایجاد ہوا ہے۔ جس میں ایھالیت کی بڑی تاثیر ہے۔ اس شیشے کو ہوائی جہاز، ریلوے انجن اور دخانی جہازوں کی کھڑکیوں میں دھند اور برف کے اثر کو زائل کرنے کے لئے استعمال میں لایا جا سکے گا۔

ایک شعلہ جس کی حرارت سورج کی سطح کے برابر ہے

سائنس دانوں نے ایک ایسی ٹارچ بنانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ جس کا

شعلہ آفتاب کی سطح کی طرح گرم ہوتا ہے۔ اس ٹارچ کا مظاہرہ ابھی کچھ عرصہ قبل کیا جا چکا ہے۔ یہ المونیم کے سفوف کو آکسیجن میں جلاتی ہے جس کی وجہ سے بے حد حرارت پیدا ہوتی ہے۔ اس ٹارچ کا شعلہ چھوٹا اور نیلگوں ہوتا ہے۔ اس کی حرارت ۹۰۰۰ اور ۹۵۰۰ درجہ فارن ہیٹ کے درمیان ہوتی ہے۔ یہ شعلہ اس قدر گرم ہوتا ہے کہ تین انچ کنکریٹ دیوار کو دو منٹ کے اندر جلا کر سوراخ کر دیتا ہے۔

۱۵۰۰ میل فی گھنٹہ کی پرواز

واشنگٹن۔ ۱۴ر جولائی ۱۹۵۱ء وزارت فضائی امریکہ نے اعلان کیا ہے کہ امریکہ کا ایک نیا طیارہ ۱۵۰۰ میل فی گھنٹہ تک پرواز کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس سے پیشتر دنیا کے کسی ملک کے طیارہ نے اتنی سرعت سے پرواز نہیں کی تھی۔ یہ طیارہ بہت زیادہ بلندی پر پرواز کرتا ہے۔ (رائٹر)

چاند تک پہنچنا ممکن ہو جائے گا

لندن۔ ۲۴ر اگست ۱۹۵۱ء ستاروں تک سفر کرنے میں دلچسپی رکھنے والوں کی کانفرنس اگلے ماہ لندن میں منعقد ہونے والی ہے۔ اس کانفرنس میں کئی ممالک کے انجینیر اور سائنس دان حصہ لیں گے۔

برطانیہ میں اس تحریک کے لیڈر مسٹر آرتھر سی کلارک نے اعلان کیا ہے کہ جس قدر رقم آج کل ایٹم کی تحقیق پر صرف کی جارہی ہے۔ وہی اگر خلا میں اُڑنے والے طیاروں پر صرف کی جائے تو ۲۵ سال کے اندر اندر چاند تک سفر کرنا ممکن ہو جائے گا۔ امریکہ میں ان دنوں ایک ایسا راکٹ تیار کیا جا رہا ہے۔ جس کو اس تیز رفتاری سے اُڑایا جائے گا کہ کشش ثقل کا اس پر کوئی اثر باقی نہیں رہے گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دس سال کے اندر اس راکٹ کو دُنیا کے اِرد گرد ایک مصنوعی چاند کی طرح گردش کرنے کے لئے اُڑایا جائے گا۔ (ستارہ)

کامٹ طیّارہ سوا بارہ گھنٹہ میں لندن سے کراچی پہنچ گیا۔

لندن۔ ۳۱ اگست ۱۹۵۱ء۔ ڈی ہیوی لینڈ کا کامٹ جٹ طیارہ لندن سے اپنی تجرباتی پرواز میں آج صبح کراچی پہنچ گیا ہے۔ اُس نے یہ مسافت بارہ گھنٹے اور تیرہ منٹ میں مکمل کی۔ راستہ میں اُس نے قاہرہ میں ڈیڑھ گھنٹہ قیام کیا۔ کامٹ طیارہ کی یہ پرواز ہوائی سفر کو ترقی دینے اور کم سے کم وقت کا تجربہ کرنے کی غرض سے تھی۔ ہوائی جہاز کے کپتان کیپٹن مجندی نے بتایا کہ انہیں توقع تھی کہ وہ سفر بارہ گھنٹے سے کم وقت میں مکمل کر لیں گے۔ لیکن ہوا موافق نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ وقت لگ گیا۔

لندن سے قاہرہ تک طیارہ کی اوسط رفتار ۴۹۲ میل اور قاہرہ سے کراچی تک ۴۱۶ میل فی گھنٹہ رہی۔ طیارہ نے یہ سفر ۳۴ ہزار سے ۴۰ ہزار فٹ تک کی بلندی کے درمیان طے کیا۔ طیارہ کے کیپٹن نے بتایا۔ کہ وہ کراچی کے ہوائی اڈہ کی وسعت سے بہت متأثر ہوئے۔ جو جیٹ طیاروں کی تمام ضرورتیں پوری کرتا ہے۔

کامٹ طیارہ چلانے کی یہ اسکیم برطانوی وزارت سپلائی کی ہے جو دُنیا کی مختلف ہوائی شاہراہوں پر فضائی سفر کو ترقی دینے کے لئے اس قسم کے چھ طیارے خرید رہی ہے۔ یہ سروس ۱۹۵۲ء کی ابتدا میں باقاعدہ شروع ہو جائے گی۔

کراچی کے ہوائی اڈہ پر ہزاروں تماشائیوں نے کامٹ طیارہ کو اُترتے ہوئے دیکھا۔ یہ طیارہ کل صبح دہلی روانہ ہو جائے گا۔ وہاں سے دوسرے دن وہ الہ آباد اور الہ آباد سے کلکتہ جائے گا۔ طیارہ ۳ ستمبر کو کلکتہ سے واپس براہِ راست کراچی آجائے گا۔ طیارہ یہ سفر کم و بیش ۳ گھنٹہ ۴۵ منٹ میں طے کرے گا۔ کراچی سے دوسرے دن طیارہ بصرہ، قاہرہ اور روم کے راستہ سفر کرتا ہوا ۵ ستمبر کو واپس لندن پہنچ جائے گا۔

اس طیارہ میں ۳۶ مسافروں کے لئے نشست کا انتظام ہے۔ پاکستان کی وزارت دفاع کے جائنٹ سیکرٹری مسٹر اے۔ ڈی نقوی نے ہوائی اڈہ

پر طیارہ کے افسروں اور دیگر عملہ کی تواضع کی۔ (ا۔پ)

زمین اور چاند کے درمیان معلّق ہوائی اڈوں کی تعمیر

سیّاروں تک پہنچنے والے ہوائی جہازوں کو شہاب ثاقب سے بچانے کی تدابیر

لندن۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۵۱ء۔ ستاروں تک سفر کرنے کے شوقینوں کی ایک کانفرنس لندن میں ہو رہی ہے۔ ان کے بعض ارکان خلا میں اڑنے والے طیاروں کے شہاب ثاقب سے ٹکرا جانے کے امکانات پر غور کر رہے ہیں۔ برطانوی انٹرونومیکل سوسائٹی کے سکرٹری مسٹر ڈبلیو اونڈن نے بتایا کہ راڈر کی امداد سے اس قسم کے حادثات کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ اگر ایک طیارے کا خول ایک ملی میٹر موٹا اور رقبہ ایک سو مربع میٹر ہو۔ تو سال میں کہیں ایک مرتبہ کوئی شہاب اس کو چھید کر اندر داخل ہو سکے گا۔ لیکن اس خول کی موٹائی کو دوگنا کر دینے سے خطرہ سو فی صدی کم ہو سکتا ہے۔

جرمن فضائیہ کے سابق ۶۶ سالہ ہوا باز ہرمن کوئیلی نے اندازہ لگایا ہے کہ چاند کا سفر کرنے کے لئے نصف راستے میں خلا میں سٹیشن بنانے پر ۸۵۰۰۰۰۰ پونڈ خرچ آئیں گے اور سالانہ دیکھ بھال وغیرہ پر ایک کروڑ چالیس لاکھ پونڈ خرچ آیا کریں گے۔ ان کا بیان ہے کہ ان کے

اپنے ڈیزائن کا سٹیشن تین ماہ کے اندر اندر تیار ہو سکتا ہے۔ مسٹر کوٹیلی نے کہا کہ وہ اپنے ڈیزائن کا تجربہ کر کے دکھا سکتے ہیں۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ دس پندرہ سال کے اندر اندر ایسے سٹیشن کام کرنے لگیں گے

(ستارہ)

ماسکو۔ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۵۱ء

روسی سائنس دان راکٹ بنا رہے ہیں
چاند تک پہنچنے کی کوششیں

روسی سائنس دان چاند تک پہنچنے کے لیے ایک راکٹ تیار کر رہے ہیں۔ جو ۳۵ لاکھ ہارس پاور کا ہوگا۔ اس امر کا انکشاف روس کے فزیکل سائنس کے ماہر ڈاکٹر انیازر نے کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس راکٹ کی لمبائی ساٹھ گز ہوگی اور ایک ہزار ٹن وزنی ہوگا۔ آپ نے بتایا کہ عنقریب یہ راکٹ تیار ہو جائے گا۔

اڑنے والے سپاہی

واشنگٹن۔ ۲۰ر نومبر ۱۹۵۱ء کیلے فورنیا میں امریکی ماہرین کو رنے ایسے مختصر سے ہیلی کوپٹر پر تجربے کئے ہیں۔ جسے سپاہی کی پشت پر باندھ دینے سے وہ پرواز کر سکتا ہے۔ اس مشین کا وزن ۹۸ پونڈ ہے۔ اس میں دو پنکھے ہیں۔ جو ایک چھوٹے انجن سے چلتے ہیں۔ سپاہی بائیسکل جیسی ایک نشست پر بیٹھتا

ہے۔ انجن اس کے پیچھے ہوتا ہے اور پنکھے اوپر ہوتے ہیں۔ نیچے اترنے کی مشین اس کے پیر کے پاس ہوتی ہے (اسٹار)

راکٹ کے ذریعہ ڈاک

پیرس۔ یکم نومبر ۱۹۵۱ء۔ آئندہ سال کے اوائل میں محکمہ ڈاک کے فرانسیسی حکام راکٹ کے ذریعے ڈاک کی ترسیل کے تجربے کرنے والے ہیں۔ اگر یہ تجربے کامیاب رہے تو ایسے راکٹ پیرس سے نیو یارک ایک گھنٹہ میں اور پیرس سے لندن پانچ منٹ میں خط پہنچا سکیں گے۔ (سٹار)

دنیائے سائنس کی دو تازہ اور تہلکہ انگیز خبریں

اور دونوں ہمارے اور آپ کے کام کی۔ (چٹان۔ لاہور)

یکم اکتوبر ۱۹۵۱ء۔ پہلی خبر یہ کہ لندن میں "بین سیارہ جاتی" سفر کا انتظام کرنے والی سوسائٹی کا جلسہ ہوا۔ ۱۲ ملکوں کے پچاس نامی گرامی ماہر سائنسدان اس میں شریک ہوئے۔ طے یہ پایا کہ زمین سے راکٹ سے چلے ہوئے ہوائی جہاز روانہ ہو سکتے ہیں۔ یہ فضائی موٹریں ۵۰ ٹن کے وزن کی ہوں گی۔ زمین سے تین سو میل بلند ہو کر یہ موٹریں فضا میں معلق ہو جائیں گی۔ پھر وہاں سے دوسری منزل کی اڑان کے لئے انتظام ہوگا۔ زمین سے چاند تک کا فاصلہ غالباً تین منزلوں میں طے کر لیا جائے گا۔ غرض یہ کہ انسان کی

اڑان فضائے آسمانی میں اب "ناممکن" اور "خلافِ عقل" اور "خلافِ نیچر" نہ رہی۔ انسان ہی کی نہیں بلکہ اس کی پچاس۔ پچاس ٹن وزنی موٹر کی بھی۔ اور موٹر کے ٹھہرنے اور دم لینے کی منزلیں تک متعین ہو گئیں۔

دوسری خبر ایک ادرشین کی تیاری کی ہے۔ جو ریڈیو سے کئی ہزار گنی زیادہ طاقتور ہو گی۔ اور وہ فضائے کائنات سے تمام بکھری ہوئی موجوں کو، یعنی ان آوازوں کو جو زمانۂ ماضی میں کبھی اور کہیں بھی انسانی حلق اور زبان سے نکل چکی ہیں۔ از سرِ نو زندہ کر کے لے آئے گی اور ہم اس بیسویں صدی میں پہلی صدی اور اس سے قبل کی ساری صدیوں کی ایک ایک آواز کو بجنسہٖ اس کے اصل لہجہ اور تلفظ کے ساتھ سن سکیں گے۔ گویا حشرِ اجساد کا مسئلہ جہاں تک حشرِ اصوات کا تعلق ہے، اب ایک مذہبی نظریہ نہیں "سائنٹیفک حقیقت" بنا چاہتا ہے اور جو مسئلہ پرانے روشن خیالوں کی سب سے بڑی الجھن کا باعث بنا رہا ہے۔ اس کے ایک جزو پر تو سائنس کی مہرِ تصدیق اب صبح و شام لگا ہی چاہتی ہے۔

وہ دن جب طلوع ہو گا۔ تو فخر و اعزاز کا دن ہو گا۔ بخاری کے لئے اور مسلم کے لئے اور ہمارے سارے محدثین کے لئے کہ ان کی نقل کی ہوئی ایک ایک روایت کی تصدیق براہِ راست راویوں سے لے کر خود

صاحبِ حدیث تک سے ہو جائے گی۔

کرۂ ہوائی سے اوپر
ماہرین سائنس کا ایک تازہ بیان

(ہفتہ وار چٹان - لاہور)

لاہور - یکم اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ء۔ چونکہ زمین کی فضا سے دو سو میل اوپر اڑنے کے بعد ہوا موجود ہی نہیں ملتی۔ اس لئے چاند تک سفر کرنے والوں کو اس کے بعد وزن اور رفتار کا بھی احساس نہیں ہوتا۔"

معراجِ جسمانی پر "عقلی" اعتراض اب تک سب سے بڑا یہی تھا۔ کہ جسم کے وزن کا اتنی بلندی پر سنبھلنا کیوں کر ممکن ہو گا؟ آج معلوم ہوا کہ سرے سے یہی مفروضہ بے بنیاد ہے۔ وزن تو خود ایک اضافی چیز ہے۔ ایک خاص فاصلہ کے بعد باقی ہی نہیں رہتا۔ کتنی کمزور بنیادوں اپنے ہی معیار سے کمزور بنیادوں پر ہم بار بار اپنے مذہبی عقائد سے منحرف اور ان کے منکر ہو بیٹھتے ہیں۔

مریخ تک پہنچنے کے متعلق مزید معلومات

لاہور - ۹ دسمبر سنہ ۱۹۵۱ء

بہت سالوں سے یہ بات زیرِ تحقیق ہے کہ لوگ کب اور کس طرح مریخ ستارہ تک پہنچ سکیں گے۔ اس بارے میں حال ہی میں ایک جرمن سائنس دان ڈاکٹر اور نہر وان بران نے دنیا کے سامنے اپنا بیان پیش

کیا ہے۔ وہ ایک نوجوان آدمی ہے اور گذشتہ جنگِ یورپ کے دوران
میں اس ریسرچ اسٹیشن کا انچارج تھا۔ جہاں وی ۲ راکٹ ترقی پذیر
ہوا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ موجودہ دستیاب سازوسامان کی مدد سے بھی پچاس
اشخاص سلامتی سے مریخ سیارہ پر اتارے جا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر بران کہتا ہے کہ مریخ تک کا واپسی سفر دو سال اور ۲۳۹
دنوں میں طے ہو گا۔ نزدیک سے نزدیک ترین فاصلہ جب کبھی مریخ
سیارہ زمین کے قریب آتا ہے۔ تین کروڑ چھ لاکھ میل کے اندر
اندر ہے۔

ڈاکٹر بران اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ سفر تین
منزلوں میں طے ہو سکے گا۔ پہلا کام زمین سے تقریباً تین سو میل اوپر خلا میں
ایک اسٹیشن بنانا ہو گا۔ راکٹیں اتنی تیز رفتار ہونی چاہئیں کہ وہ کسی
اور طاقت کے استعمال کے بغیر زمین کی کششِ ثقل کی حدود کو عبور کر کے
اس بلندی پر یعنی تقریباً تین سو میل کی بلندی پر زمین کے اوپر گھوم سکیں۔
ایسی راکٹیں اس سازوسامان کو لے جانے کے لئے استعمال کی جائیں گی جس
سازوسامان سے خلا میں مستقل اسٹیشن بنایا اور مکمل کیا جا سکے گا۔ اس خلا
کے اسٹیشن سے سفر کا دوسرا حصہ شروع ہو گا۔ راکٹوں کو جو سفر کے اس
دوسرے حصہ کے لئے استعمال کی جائیں گی۔ یک لخت بہت تیز رفتار

چلانے کی ضرورت نہ ہوگی اور نہ ہی انہیں چلانے کے لئے زیادہ طاقت کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ وہ بیرونی خلا میں سفر کر رہی ہوں گی۔ جہاں کوئی کرۂ باد نہیں ہے اور اس طرح راکٹوں کے چلنے کے راستہ میں کوئی مزاحمت نہیں ہے۔ بالفاظِ دیگر ایک دفعہ خلا کے اسٹیشن سے روانہ ہونے اور ضروری رفتار حاصل کرنے کے بعد وہ کسی اور استعمال کے بغیر اسی رفتار پر غیر معین وقت کے لئے اڑنا جاری رکھیں گے۔ آخری منزل اور مریخ سیارہ پر اُترنے کا کام ایک ایسے چھوٹے راکٹ کے ذریعہ کیا جائے گا۔ جو مریخ کی سطح پہ اُترنے کے قابل ہوگا۔ یہ راکٹ اس قابل بھی ہوگا کہ دوبارہ مریخ سیّارہ سے اڑ سکے گا اور دوبارہ دوسری منزل کی راکٹ پر واپس اُتر سکے گا۔ اس کے بعد پہلے خلا کے اسٹیشن کی طرف واپسی سفر شروع ہوگا۔ زمین پہ اُترنے کا کام بازوؤں والے راکٹوں میں کیا جائے گا۔ جو بالآخر آہستہ رفتار سے اُتریں گے۔ جب وہ پھر کرۂ باد کی حد میں پہنچ جائیں گے۔

ماہرین کہتے ہیں کہ دوسرے سیّاروں تک ایسی پروازیں آئندہ پچیس سال تک نہ ہو سکیں گی اور بڑی مشکل ہمیشہ یہ ہوگی کہ آیا انسان کا جسم راکٹ میں اُڑنے کے سخت صدمہ اور دباؤ کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ دورانِ سفر میں سانس لینا اسی آکسیجن کی مدد سے ممکن ہو سکے گا جو سفر میں زمین سے

ساتھ لے جائی جائے گی۔ لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں کہ زود یا بدیر انسان یقیناً ہماری اس چھوٹی سی زمین یعنی دنیا کی حدود سے باہر جانے کی جرأت کرے گا۔ اس کے بعد سارا جہان اس کے سامنے ہے۔

(پاکستان ٹائمز سنڈے میگزین)